علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ،ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

اسلام پاکستان اور جدید دنیا (گیس پیپر) کورس کوڈ : 9437

سطح : بی ایس پروگرام

سوال نمبر1: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ نپولین نے مصر پر حملہ کب کیا؟ جواب: جولائی 1798ء میں۔

2۔ مصری قومیت کا نعرہ پہلی بار کب اور کس نے بلند کیا؟ جواب: مصری قومیت کا نعرہ پہلی بار 1881-82 میں احمد عرابی نے بلند کیا۔

3۔ روسی شہنشاہ پیٹر اول نے کریمیا پر کب حملہ کیا؟ جواب: روسی شہنشاہ پیٹر اول نے کریمیا پر 1695ء میں حملہ کیا۔

4۔ فرانس نے مراکش پر کب قبضہ کیا؟ جواب: فرانس نے مراکش پر 1912ء میں قبضہ کیا۔

5۔ ایران نے معاہدہ گلستان اور ترکمانچی پر کب دستخط کیے؟ جواب: معاہدہ گلستان پر 1813ء میں اور معاہدہ ترکمانچی پر 1828ء میں دستخط کیے۔

6۔ روس میں بالشویک کب برسر اقتدار آئے؟ جواب: اکتوبر 1917ء میں۔

7۔ آزربائیجان کو سوویت یونین میں کب شامل کیا گیا؟ جواب: 1936ء میں

8۔ 1939 میں البانیہ پر حملہ کس نے کیا؟ جواب: مسولینی نے۔

9۔ ترکی نے معاہدہ لوارزن پر کب دستخط کیے؟ جواب: 4 جولائی 1923ء کو۔

10۔ ترکی میں پہلی بار آزادانہ رائے شماری کب ہوئی؟ جواب: 14 مئی 1950ء کو۔

سوال نمبر2: مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ روس نے تاشقند پر کب حملہ کیا؟

جواب: 1866ء

2۔ سلطنت عثمانیہ کس یورپی انقلاب سے متاثر ہوئی؟

جواب: فرانسیسی انقلاب سے۔

3۔ سعد آباد پیکٹ کب ہوا؟

جواب: 1937ء میں

4۔ ترکی میں تیل کب دریافت ہوا؟

جواب: 1961ء میں

5۔ لیبیا کی آزادی کا اعلان کب ہوا؟

جواب: 24 دسمبر 1951ء کو

6۔ شاہ حسن ثانی مراکش کے حکمران کب بنے؟

جواب: 26 فروری 1961ء کو

7۔ 1952ء میں مصر میں کون برسر اقتدار آیا؟

جواب: جنرل محمد نجیب

8۔ اخوان المسلمین کی بنیاد کس نے ڈالی؟

جواب: اسمعیلیہ کے شیخ حسن البناء نے 1928ء میں۔

9۔ اینگلو مصر معاہدہ کب ہوا؟

جواب: 1954ء میں

10۔ معاہدہ سینائی کب ہوا؟

جواب: جنوری 1975ء میں

سوال نمبر3: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ شکری القواتلی شام کے پہلے صدر کب منتخب ہوئے؟ جواب: 1942ء میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

2۔ نہر سویز کس ملک میں ہے؟ جواب: مصر میں
3۔ شام میں تیل کب دریافت ہوا؟ جواب: 1956ء میں
4۔ لبنان میں سلیمان فرنگی کو کب صدر بنایا گیا؟ جواب: 1970ء میں
5۔ لبنان میں الیاس سارکس کب برسر اقتدار آئے؟ جواب: 8 مئی 1976ء
6۔ اردن میں شاہ عبداللہ کی حکومت کب قائم ہوئی؟ جواب: 1946ء میں
7۔ فلسطین، سلطنت عثمانیہ کا حصہ کب تک رہا؟ جواب: 1918ء تک
8۔ تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ کون تھے؟ جواب: یاسر عرفات
9۔ اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کب برسر اقتدار آئے؟ جواب: 2001ء میں
10۔ عراق میں صدر صدام حسین کب برسر اقتدار آئے؟ جواب: 1978ء میں

سوال نمبر 4: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ افغانستان میں ثور انقلاب کب رونما ہوا؟ جواب: 27 اور 28 اپریل 1978ء کو
2۔ انگریزوں نے برصغیر میں اپنا پہلا تجارتی مرکز کب قائم کیا؟ جواب: 1613ء میں سورت کے مقام پر
3۔ شملہ کانفرنس کب ہوئی؟ جواب: یہ کانفرنس 5 مئی 1946ء سے 12 مئی 1946ء تک شملہ میں منعقد ہوئی۔
4۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کب وائسرائے بنے؟ جواب: 24 مارچ 1947ء کو
5۔ 1956ء کا آئین کب منسوخ ہوا؟ جواب: 7 اکتوبر 1958ء کو اسکندر مرزا نے 1956ء کے دستور کو منسوخ کر دیا۔
6۔ اعلان تاشقند کا اعلان کب ہوا؟ جواب: 10 جنوری 1966ء کو
7۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کب ہوئی؟ جواب: 16 دسمبر 1971ء کو
8۔ بنگال میں فضل حق نے مسلم لیگ کے خلاف الیکشن کب جیتا؟ جواب: 1954ء میں
9۔ ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء کب نافذ کیا؟ جواب: 4 جولائی 1977ء کو
10۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کب ہوئی؟ جواب: 1962ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل ایوب خان نے کی۔

سوال نمبر 5: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ منگولوں نے عباسی سلطنت کو کب ختم کیا؟ جواب: 1258ء میں
2۔ جمہوریہ چین کی بنیاد کب اور کس نے رکھی؟ جواب: 1911ء میں Sun yet sen نے
3۔ ہنری دوم کا ٹیوٹر کون تھا؟ جواب: Adelard of Bath
4۔ چین میں کمیونسٹ انقلاب کب آیا؟ جواب: 1949ء میں
5۔ ابن سینا کی کتاب کو میڈیکل کے طلبہ کے لیے سٹینڈرڈ کتاب کا درجہ کس صدی میں دیا گیا؟ جواب: سترہویں صدی میں۔
6۔ ظہیر الدین بابر نے مغل حکومت کی بنیاد کب ڈالی؟ جواب: 1526ء میں
7۔ طالبان نے کابل پر کب قبضہ کیا؟ جواب: ستمبر 1996ء میں
8۔ مسئلہ کشمیر کی ابتدا کب ہوئی؟ جواب: اکتوبر 1947ء میں
9۔ اسلامستان کا نظریہ کس نے اور کب پیش کیا؟ جواب: چوہدری خلیق الزمان نے 1952ء میں
10۔ سید سلیمان ندوی نے علماء کی کانفرنس کب اور کہاں بلائی؟ جواب: نومبر 1952ء، کراچی میں۔

سوال نمبر 6: مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ مصر اور شام کے درمیان دفاعی معاہدہ کب ہوا؟

جواب: 1955ء میں

2۔ امریکہ اور شام کے تعلقات کب بحال ہوئے؟

جواب: جون 1974ء میں

0334-5504551
Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

3۔ لبنان میں خانہ جنگی کا خاتمہ کس معاہدے کے تحت ہوا؟
جواب: معاہدۂ طائف
4۔ اردن کب آزاد ہوا؟
جواب: 1946ء میں
5۔ آزاد فلسطینی ریاست کا قیام کب عمل میں آیا؟
جواب: نومبر 1988ء میں
6۔ عراق میں جنرل عبدالکریم نے حکومت کا تختہ کب اُلٹا؟
جواب: 14 جولائی 1958ء کو۔
7۔ سعودی عرب کا بانی کون تھا؟
جواب: عبدالعزیز ابن سعود
8۔ شمالی اور جنوبی یمن کا اتحاد کب ہوا؟
جواب: مئی 1990ء میں۔
9۔ یمن کا جدید آئین کب منظور ہوا؟
جواب: مئی 1991ء میں۔
10۔ متحدہ عرب امارات کب آزاد ہوئیں؟
جواب: 2 دسمبر 1971ء کو۔

سوال نمبر7: مختصر جواب تحریر کریں۔

1۔ افغانستان میں چار بڑے دریا کون سے ہیں؟ نام تحریر کریں۔
جواب: دریائے آمو، دریائے ہری رو، دریائے کابل، دریائے ہلمند
2۔ افغانستان کے صدر سردار داؤد کو کب قتل کیا گیا؟
جواب: 27 اپریل 1978ء کو۔
3۔ طالبان نے کابل کب فتح کیا؟
جواب: ستمبر 1996ء میں
4۔ افغانستان میں کرزئی حکومت کب قائم ہوئی؟
جواب: جون 2002ء میں
5۔ ترکمانستان کے دارالحکومت کا کیا نام ہے؟
جواب: اشک آباد
6۔ انگریزوں نے برصغیر میں سورت کے مقام پر تجارتی مرکز کب قائم کیا؟
جواب: 1612ء میں
7۔ 1956 میں کس طرز کا آئین بنا؟
جواب: وفاقی پارلیمانی طرز کا
8۔ قرارداد پاکستان کب پیش کی گئی؟
جواب: قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940ء کو پیش کی گئی۔
9۔ بنگلہ دیش اقوام متحدہ کا رکن کب بنا؟
جواب: 1974ء میں
10۔ مالدیپ کی شرح خواندگی کتنی ہے؟
جواب: 97.29%

سوال نمبر8: مختصر جواب تحریر کریں۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس اور امتحانی مشقوں کے لیے کاشان اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

1۔ بھارت میں 1961ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں اور ہندوؤں کی آبادی کا تناسب کتنا تھا؟

جواب: 8.1% فیصد

2۔ بابری مسجد کا انہدام کب کیا گیا؟

جواب: 6 دسمبر 1992ء کو۔

3۔ سن کیانگ کا قدیم نام کیا ہے؟

جواب: مشرقی ترکستان

4۔ اٹھارویں صدی میں فرانس نے انگریزوں کے خلاف میسور کے کس رہنما کی مدد کی تھی؟

جواب: حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی

5۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی کتنے حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا؟

جواب: دو حصوں میں۔

6۔ ایران میں کس رہنما کی قیادت میں اسلامی انقلاب آیا؟

جواب: امام خمینی کی قیادت میں۔

7۔ ترکی میں زوال کو عمل کس سلطان کے زمانے میں شروع ہوا؟

جواب: سلطان محمد چہارم

8۔ عرب لیگ کی بنیاد کن ممالک نے رکھی؟ نام تحریر کریں۔

جواب: مصر، عراق، لبنان، شمالی یمن، سعودی عرب، اردن اور فلسطین

9۔ متحدہ امریکہ نے جزائر فلپائن پر کب تسلط قائم کیا؟

جواب: مئی 1898ء

10۔ 1945 میں امریکہ کا صدر کون تھا؟

جواب: فرینکلن ڈی روزویلٹ

سوال نمبر 9: سلطنت عثمانیہ کے زوال میں مغربی اقوام کے کردار کا جائزہ لیں نیز بتائیں کہ سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کا ترکی پر کیا اثر ہوا؟

جواب: سلطنت عثمانیہ کے زوال میں مغربی اقوام کا کردار:

یورپی اقوام کے لیے مراعات، زوال کا پیش خیمہ: سلطان سلیمان اور شاہ فرانسیس اول کے درمیان 1536ء میں ایک سمجھوتہ ہوا۔ یہی سمجھوتہ یورپی اقوام کی عثمانی سلطنت کے اندرونی معاملات میں بڑھتی ہوئی مداخلت کا باعث ہوا۔ سمجھوتے کے تحت عثمانی سلطنت میں مقیم فرانسیسی باشندوں کو تجارتی اور عدالتی مراعات دی گئیں جو (Capitulation) نام سے موسوم ہوئیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر یورپی اقوام نے بھی انھیں مراعات کا مطالبہ کیا جو فرانسیسیوں کو حاصل تھیں۔

☆ تھوڑے ہی عرصے میں یورپی حکومتوں نے عثمانی سلطنت میں مقیم اپنے اپنے ہم فرقہ لوگوں کی سرپرستی بھی شروع کر دی جس سے انھیں ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ علاوہ ازیں عدلیہ کے ساتھ ساتھ سفارت خانوں کو کونسلر عدالتوں کے کام کرنے کی وجہ سے سلطنتِ عثمانیہ کے عدلیہ میں انتشار اور عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس صورت حال میں عثمانی سلطنت کے عیسائی عوام مغربی طاقتوں کی حمایت اور پناہ کو اپنے لیے زیادہ سود مند خیال کرنے لگے۔

انقلاب فرانس کا ردِ عمل: اٹھارویں صدی میں فرانسیسی انقلاب نے سلطنتِ عثمانیہ کو بھی متاثر کیا۔ عثمانی دانشور ریاست کی تشکیل میں قومیت کے جذبے کی تشکیل میں قومیت کی جذبے کی اولیت کے بخوبی قائل ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں عثمانی ترکوں میں آزادی، جمہوریت اور عثمانی وحدت کے نظریات کی نشو و نما ہوئی لیکن ملک کے عیسائی باشندوں کے لیے عثمانی وحدت ترکوں کی حاکمیت کا دوسرا نام تھا جو ان کے لیے قابلِ نہ تھا۔ چنانچہ بلقان اور عیسائی اکثریت کے دوسرے علاقوں میں سلطنتِ عثمانیہ سے علیحدگی کی تحریک زور پکڑ گئی۔ یورپ نے عیسائی باشندوں کی حمایت میں مداخلت کر کے علیحدگی کی تحریکوں کو مزید تقویت دی۔ اس سے سلطنتِ عثمانیہ کی شکست و ریخت کا عمل تیز ہو گیا۔

یورپی اقوام کی یلغار: سلطنت عثمانیہ جو کہ سترھویں تک تین براعظموں یعنی یورپ، ایشیا اور افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی، پہلی جنگِ عظیم کے آخر تک تمام غیر ترک علاقوں سے محروم ہو گئی۔ مختلف علاقوں کے سلطنت سے کٹ جانے یا علیحدہ ہونے کا عمل ان جنگوں کا نتیجہ تھا جو عثمانیوں نے یورپی اقوام سے لڑیں:

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

☆ آسٹریا نے 1699ء میں عثمانیوں کے ساتھ جنگ کے دوران ہنگری اور ٹرانسلونیا پر قبضہ کر لیا۔

☆ 1824ء میں یونان میں ترکوں کے خلاف بغاوت کی ابتداء ہوئی جس نے دل یورپ نے یونانیوں کی حمایت کی اور سلطنتِ عثمانیہ مجبور ہوگئی کہ 1830ء میں یونان کی آزادی کو تسلیم کرے۔

☆ 78-1877ء کی روس اور ترکی کی جنگ میں عثمانی افواج کی شکست کے بعد رومانیہ، بلغاریہ، سرویا اور مانٹی نیگرو علیحدہ ہوگئے۔

☆ آسٹریا نے 1878ء میں برلن کے معاہدے کی رو سے بوسنیا پر قبضہ جما لیا۔

☆ 13-1912ء کی بلقان کی جنگوں میں عثمانی افواج کی ناکامی سے ترکی کے رہے سہے وقار کو بھی صدمہ پہنچا اور یورپ سے اس کے اخراج پر مہر ثبت ہوگئی۔

☆ فرانس عثمانیہ کے افریقی علاقوں پر فرانس، انگلستان اور اٹلی نے آہستہ آہستہ قبضہ جما لیا۔

☆ فرانس نے الجزائر پر 1830ء نے اپنی قیادت قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی اور 1845ء میں امیر عبدالقادر کو شکسوت دینے کے بعد فرانس مکمل طور پر اس پر قابض ہوگیا۔ اس نے تیونس پر 1881ء میں قبضہ جما لیا اور 1912ء میں مراکش پر جو کہ عرصہ دراز سے اپنی آزادی برقرار رکھے ہوئے تھا، اپنی قیادت قائم کر لی

☆ برطانیہ نے 1882ء میں مصر اور 1898ء میں سوڈان پر قبضہ جما لیا اور جب عثمانی سلطنت پہلی جنگ عظیم میں جرمنی آسٹریا کی اتحادی بن گئی تو ان دونوں ممالک پر اپنی سرپرستی قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔

☆ اٹلی جو نوآبادیات کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا تھا، 1911 میں طرابلس (لیبیا) پر قابض ہوگیا۔

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد فرانس اور برطانیہ نے مشرقِ وسطی کے سابقہ عثمانی علاقوں میں اپنی حاکمیت کی توسیع کا عمل جاری رکھا۔ اقوام کی لیگ League of Nations کے نام پر فرانس نے شام اور لبنان پر اپنی حاکمیت قائم کر لی جبکہ برطانیہ نے عراق فلسطین اور اردن کو اپنے حلقہ اقتدار میں شامل کر لیا۔ علاوہ ازیں انگریزوں نے جنگ ختم ہوتے ہی فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کے لیے بیلفور کے منصوبے Balfore Plan پر عمل درآمد شروع کر دیا اور مقامی عرب باشندوں کے احتجاج کے باوجود ملک میں یہودیوں کی آبادکاری کا سلسلہ شروع کیا۔

سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ: پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر عثمانی سلطنت نہ صرف تمام یورپی اور عرب علاقوں سے محروم ہو کر محض ایشیائے کوچک میں سمٹ کر رہ گئی، بلکہ ترکی کی قومی بقا کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ انگلستان، فرانس، اٹلی اور یونان نے سیورے معاہدے کے مطابق بچے کھچے ترکی کی تقسیم کے منصوبوں پر عمل کرنا شروع کر دیا، ترک جرنیل مصطفیٰ کمال نے قوم کی دفاعی قوتوں کو از سر نو یکجا کیا اور ان تمام غیر ملکی طاقتوں کو ملک سے نکال باہر کیا اور جمہوریہ ترکی کی بنیاد رکھی۔

سوال نمبر 10: ترکی کی جدوجہد آزادی میں کمال مصطفیٰ کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: **ترکی کو آزادی دلانے میں مصطفیٰ کمال کا کردار:** جدید ترکی کی ابتداء پہلی جنگ آزادی جنگ عظیم کے بعد ہوئی۔ ترکوں نے اس جنگ میں اتحادیوں یعنی انگریزوں اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جرمن کا ساتھ دیا تھا۔ ترک افواج ہر محاذ پر ایسی بہادری سے لڑیں کہ ایک یورپی مورخ کو کہنا پڑا: ''اتحادیوں کے جدید جنگی ساز و سامان کے باوجود ترک افواج ہر محاذ پر ایسی بہادری سے لڑیں کہ اتحادیوں کو یہ ماننا پڑا کہ انہیں اپنے سے کمتر دشمن کا سامنا نہیں''۔ اس کے باوجود ترکی کو شکست ہوئی۔ کیونکہ عثمانی سلطنت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے نظامت فرسودہ اور حکمت عملی بے جان تھی۔ 30 اکتوبر 1918ء کو محند روس معاہدہ جنگ آزادی کو جنگ بندی پر دستخط ہوئے۔ معاہدے میں خطرناک شق وہ تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اگر کسی وقت اتحادی محسوس کریں کہ ان کی سلامتی خطرے میں ہے۔ تو وہ ترکیہ کے فوجی نقطہ نظر سے اہم ٹھکانوں کو اپنے قبضے میں لے سکتے ہیں۔

13 نومبر 1918ء کو اتحادی جنگی بیڑا استنبول میں لنگر انداز ہوا۔ معاہدے کے تحت انگریزوں نے موصل پر قبضہ کیا اور اطالیہ (اٹلی) نے اناطولیہ میں فوجی چھاؤنی ڈال لی۔ معاہدے کے خطرناک نتائج اس وقت نکلے جب 14 مئی 1919ء کو یونانی اناطولیہ کی طرف پیش قدمی کے لئے ازمیر میں داخل ہوئے۔ 15 مئی ترکوں کی جنگ آزادی کا پہلا دن تھا۔ ازمیر کے گلی کوچوں میں ترکوں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ اس وقت ترک جرنیل مصطفیٰ کمال نے آزادی یا موت کا نعرہ لگایا اور وطن عزیز کو دشمنوں سے پاک کرنے کا عہد کیا۔ کمال کا مقصد تھا۔ ''ترکوں کے لئے بلا شرط قومی حاکمیت کے اصول پر ایک پائیدار وطن کا قیام''۔ حکومت نے کمال کے خلاف کارروائیاں کیں لیکن وہ بچ نکلے۔ جولائی 1919 میں کمال نے خلیفہ کو استعفیٰ پیش کیا اور قوم کو بھی آگاہ کیا۔ اب وہ ترکوں کا مسلمہ رہنما تھا۔ قومی حاکمیت کی طرف یہ اس کا پہلا قدم تھا''۔

رہنمائی اور محاذ: مصطفیٰ کمال کی رہنمائی میں ترک قومی دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوئی۔ مغربی محاذ پر یونانی، جنوب میں انگریز اور فرانسیسی اور شمال مشرقی میں آرمینی عیسائی مدمقابل تھے۔ بے سروسامانی کے باوجود ملت ترکہ نے متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ طلبہ عورتوں، اور بوڑھوں نے جہاد میں حصہ لیا۔ بالآخر 1920ء میں آرمینوں کو شکست دے کر شمال مشرقی علاقہ خالی کرا لیا۔ جنگ سکاریہ میں یونانیوں کو شکست ہوئی۔ یہ گھمسان کی فیصلہ کن جنگ بائیس دِن جاری رہی۔ اس میں ترکوں کی دفاعی لائینیں بار بار ٹوٹیں لیکن مصطفیٰ کمال نے اعلان کیا کہ ان کے نزدیک ''کوئی بھی دفاعی لائن نہیں ہے۔ دفاع کے لیے ایک میدان ہے۔ اور وہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میدان پورا وطن ہے' اس فتح سے ترکی کو ختم کرنے کے دشمنوں کے ارادوں پر پانی پھر گیا۔ ترکی کا وقار بحال ہوا۔ قوم نے مصطفیٰ کمال کو غازی اور مارشل کے اعزازات دیے۔ ملک کے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کرنے اور لائحہ عمل وضع کرنے کے لیے جنگ کے دوران قومی نمائندوں کے اجلاس ہوئے۔

23 جولائی 1919ء کو ارض روم میں قومی کانگریس نے مصطفیٰ کمال کو صدر منتخب کیا۔ اعلامیہ میں واضح کیا گیا۔ ''قومی حدود کے اندر وطن ایک ہے، اس کے مختلف علاقوں کو اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بیرونی طاقت کی حمایت یا زیرنگیں ہونا قابل قبول نہیں'۔

قومی پارلیمنٹ کا وجود: اپریل 1920ء کو انقرہ میں ''مجلس ملی'' (350 ارکان پر مشتمل) قائم کی گئی۔ یہ گویا قومی پارلیمنٹ تھی۔ مجلس کے قیام سے آئندہ قومی حکومت کے لیے راہ ہموار ہوئی۔

24 جولائی 1923ء کو ترکی نے معاہدہ لوارزن پر دستخط کیے جس میں حریفوں نے ترکوں کو قومی تشخص قبول کیا اور ان کے وطن کی حدود تسلیم کی۔ معاہدے کے تحت اتحادیوں نے 24 اگست 1923ء کو استنبول خالی کر دیا۔ جس پر انھوں نے تین سال پہلے مارچ 1920ء میں ''میثاق ملی'' اور مجلس مبعوثان (عثمانی مجلس نمائندگان) کی کارکردگی سے گھبرا کر قبضہ کیا تھا۔ اسی وقت مصطفیٰ کمال نے اعلان کیا تھا:

استنبول پر دشمنوں کے قبضے سے پیدا ہونے والے خطرناک نتائج کی طرف آخری بار پوری دنیا کی توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ اس دور ابتلا میں خدا کی ذات کے بعد ہماری طاقت کا سرچشمہ خود ہمارا نصب العین ہے''۔

معاہدے کے بارے میں مصطفیٰ کمال نے اعلان کیا: ''عثمانیوں کی تاریخ میں اتنی بڑی سیاسی فتح کی مثال نہیں ملتی''۔

نئی مملکت: جنگ آزادی کے لیڈر، جنھوں نے نئی مملکت کے قیام میں حصہ لیا، نوجوانوں کی سیاسی اور عملی تحریک سے متاثر تھے۔ ان کے پاس قومی مسائل کا اس کے سوا اور کوئی حل نہ تھا۔ کہ سیاسی لحاظ سے ایک جدید ترک ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجلس ملی اور میثاق ملی کے قیام کے بعد ایک قومی ریاست خود بخود وجود میں آ رہی تھی۔ اگست 1920ء میں مصطفیٰ کمال نے کہا:

ہمارا نظریہ عوامی حکومت ہے جس کا مطلب ہے کہ اختیارات، طاقت، حاکمیت اور ادائیگی فرض سب کے سب عوام کو ملنے چاہئیں اور عوام ہی کے ہاتھوں میں رہنے چاہئیں۔ یکم نومبر 1922ء کو مجلس ملی نے خلافت کے خاتمے کا اعلان کیا۔

1923ء میں قومی اسمبلی نے آئین تیار کیا جس میں کہا گیا کہ حاکمیت عوام کی ہے اور طرز حکومت جمہوری ہوگا 30 اکتوبر 1923ء کو:

☆۔ مملکت کا نام جمہوریہ ترکیہ رکھا گیا۔ مصطفیٰ کمال کو رئیس جمہوریہ منتخب کیا گیا۔

☆۔ 3 مارچ 1924 کو خلافت ختم کر دی گئی۔ عثمانی سلطنت کے ٹکڑے ہو جانے کے بعد۔

☆۔ قانونی اور تعلیمی اصلاحات کی گئیں۔

☆۔ عورتوں کو حقوق دیئے گئے اور مغربی لباس کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

جہاں تک مذہب کا تعلق ہے ''تشکیل اساسیہ'' ق میں درج کیا گیا کہ ''مملکت کا دین کے احکام کو بروئے کار لانے کی ذمہ داری مجلس ملی کی ہے''۔

ترکی کو جن تلخ حالات سے گزرنا پڑا، ان کے پیش نظر محسوس کیا گیا کہ قومی امور میں کوئی فائدہ نہیں اس لیے دین کو سیاست سے الگ رکھا جائے۔

سوال نمبر 11۔ معاہدہ بغداد اور معاہدہ مرکزی تشکیلات کے اہم مقاصد کیا تھے؟ اور کس حد تک ترکی کے لیے فائدہ مند ثابت ہوئے؟ وضاحت کریں۔

جواب: معاہدہ بغداد:

1۔ بین الاقوامی معاہدوں میں شمولیت کیلئے ترکی کا موقف یہ ہے کہ وہ علاقے جن کو کسی معاہدے کے تحت تحفظ نہ دیا جائے، نہایت آسانی کے ساتھ بین الاقوامی کشمکش اور جارحیت کا شکار ہو سکتے ہیں جس طرح ترکی اور یونان بحیرہ روم میں، اسی طرح پاکستان اور ایران روس کے بحر ہند میں داخل ہونے والے راستے پر واقع ہیں۔ چنانچہ آپس میں ایک دفاعی معاہدے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ باہمی اتفاق کے اس معاہدے پر عراق اور ترکی نے 24 فروری 1955ء کو بغداد میں دستخط کیے۔ برطانیہ نے 15 اپریل 1955ء کو معاہدہ بغداد میں شمولیت اختیار کی۔ اسی سال 23 ستمبر میں پاکستان نے بھی اس معاہدے کی رکنیت حاصل کر لی۔ ایران نے غیر جانبداری کی پالیسی ترک کر کے 3 نومبر کو معاہدہ بغداد پر دستخط کر دیے۔ اس طرح تقریباً تین ہزار میل لمبا علاقہ اس دفاعی معاہدے کے تحت حاصل کیا گیا۔ حکومتِ پاکستان نے اعلان کیا کہ ترکی اور پاکستان کے مابین 1954ء کے معاہدے کی تمام دفاعی شقیں معاہدہ بغداد میں ضم کر دی گئی ہیں۔

2۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کی شق نمبر 51 کے عین مطابق وجود میں آنے والا معاہدہ بغداد مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کے امن و سلامتی کے تحفظ کی غرض سے محض ایک دفاعی معاہدہ تھا۔ اس کے مقاصد وہی تھے جو یورپ میں معاہدہ شمالی اوقیانوس کے ہیں۔ اس کے باوجود حکومت ماسکو نے معاہدے کو اپنے خلاف جارحانہ عزائم سے بھرپور قرار دیا۔ دوسری طرف عراق کے علاوہ دوسرے عرب ممالک نے اپنی باہمی چپقلشوں اور تنازعہ اسرائیل کی بنا پر کسی ایسے معاہدے میں جس کا رکن برطانیہ بھی ہو، شمولیت سے انکار کر دیا۔ ان کے ذہنوں میں برطانوی سامراجی دور استبداد کی یادیں ابھی تازہ تھیں۔ چنانچہ معاہدہ بغداد اپنے اہم مقاصد یعنی ملکوں کے اتحاد کے حصول میں کمزور پڑ گیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

معاہدہ مرکزی تشکیلات: عراق میں جنرل عبدالکریم قاسم کی حکومت 1958ء میں قائم ہونے کے بعد عراق نے معاہدہ بغداد کو خیر باد کہہ دیا۔اب یہی معاہدہ نئی شکل میں مرکزی تشکیلات (Central Treaty Organization) کی صورت میں ابھرا۔اس کا مرکزی دفتر انقرہ میں بنایا گیا۔ترکی ،ایران، پاکستان اور برطانیہ اس معاہدے کے رکن تھے۔1963ء تک ترکی، ایران اور پاکستان نے اس معاہدے کے تحت دفاعی لحاظ سے خاصا کام کیا۔اگر چہ یورپ میں نیٹو کی ''متحدہ'' فوجی کمان کی طرح نیٹو کی کوئی فوجی کمان نہ تھی۔تاہم ممبر ممالک اپنی ٹریننگ ''مستقل فوجی گروپ'' اور ملٹری پلاننگ اسٹاف کے ذریعے کرتے تھے۔علاقائی سلامتی کے نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر سال دفاعی مشقیں بہت سی تکنیکی اور فوجی کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔

ترکی ،ایران اور پاکستان کو بذریعہ ریلوے لائن اور سڑکوں کے ذریعے ملانے کے لیے اسکیمیں تیار کی گئیں۔ترکی کو بذریعہ سڑک ایران سے ملانے کے لیے متحدہ امریکہ نے لاکھوں ڈالر فراہم کیے۔ایرانی حصہ میں اس سڑک کو مکمل کرنے کے لیے برطانیہ نے بھی مالی امداد دی۔

1978ء میں ایرانی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایران نے معاہدہ سینٹو کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اسی سال مارچ میں حکومت پاکستان نے مسلمان برادر ملک ایران کے ساتھ اپنی روایتی دوستی کے تقاضوں کی بناء پر اس معاہدے سے نکل جانے کا اعلان کیا۔معاہدہ مرکزی تشکیلات کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلامی ممالک کو ملا کر ایک ایسا طاقتور بلاک بنایا جائے کہ جس سے اسلامی ممالک دوسری طاقتوں کی جارحیت سے محفوظ رہ سکیں اور مسلمان ممالک اپنی الگ معاشرت قائم کر سکیں کیونکہ تقریباً زیادہ تر اسلامی ممالک پہلے برطانیہ کی سامراجی حکومت کے زیر اثر رہ کر اپنی حالت دیکھ چکے تھے اور مزید اس کو دہرانا نہیں چاہتے تھے۔اس لیے کچھ ممالک نے مل کر CENTO پر دستخط کر دیے تا کہ مستقبل محفوظ ہو جائے۔بعد میں ان معاہدوں کی افادیت کو دیکھتے ہوئے امریکہ اور برطانیہ نے بھی ان معاہدوں میں شمولیت کی درخواست کی اور ان میں شمولیت اختیار کی۔کیونکہ اب ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا تھا۔جہاں کوئی بھی ملک دوسرے ملک سے تعلقات بگاڑ کر نہیں سکتا۔خاص طور پر خلیجی ممالک کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ یہ ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔

سوال نمبر 12: مراکش میں شاہ حسن ثانی کے دور حکومت کے اہم نکات بیان کریں نیز مراکش اور پاکستان کے تعلقات کی نوعیت واضح کریں۔

جواب: **مراکش کے شاہ حسن ثانی کے دور حکومت کے اہم نکات:** سلطان محمد پنجم کے بعد شاہ حسن ثانی 26 فروری 1961ء کو مراکش کے حکمران بنے ان کو اپنے طویل مدتی دور میں متعدد داخلی مسائل سے نبرد آزما ہونا پڑا انہیں امریکی بلاک میں ہونے کی وجہ سے مراکش کی اسلامی جماعتوں کی مخالفت کا سامنا رہا شمالی علاقے کے بربر قبائل کی شدید مزاحمت اور مغربی صحرا کی بغاوتیں بھی ان کے لئے الگ پریشانی کا باعث رہیں جن پر انہوں نے بمشکل قابو پایا۔

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس: ان کے عہد میں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس 22 تا 24 ستمبر 1969ء کو مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہوئی کانفرنس مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کے واقعہ کے بعد منعقد ہوئی تھی جب اسرائیلی یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے ایک حصے کو نذر آتش کر دیا تھا اس افسوس ناک واقعہ نے عالم اسلام میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑا دی اس کانفرنس میں اس شرمناک واقعہ کی شدید مذمت کی گئی اور اسلامی ممالک کے اتحاد پر زور دیا گیا کانفرنس کے آخر میں مسلم ممالک کی ایک تنظیم ''اسلامی کانفرنس'' بھی قائم کی گئی جس کا بنیادی مقصد عالم اسلام کا اتحاد اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔

چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس: جنوری 1984ء میں چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس کی میزبانی کا شرف بھی مراکش کو حاصل ہوا کانفرنس میں مراکش کے شہر کاسابلانکا میں منعقد ہوئی کانفرنس میں مشرق وسطیٰ میں پائیدار قیام امن کو اسرائیلی جارحیت کے سدباب کے ساتھ مشروط کیا گیا متفقہ طور پر ''ایران عراق جنگ'' کے خاتمے کی اپیل کی گئی۔

ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس: ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد بھی مراکش میں ہوا کانفرنس میں اسلامی ملکوں کو درپیش اقتصادی اور باہمی مسائل کے علاوہ کشمیر، افغانستان اور بوسنیا کے معاملات پر بھی تفصیلاً غور و خوض کیا گیا اس کانفرنس میں مشرق وسطیٰ میں پائیدار قیام امن کو اسرائیلی جارحیت کے سدباب کے ساتھ مشروط کیا گیا متفقہ طور پر ''ایران عراق جنگ'' کے خاتمے کی اپیل کی گئی۔

مراکش اور الجزائر کے درمیان اختلافات: 1984ء سے مراکش اور الجزائر کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے جو 1987ء میں کافی حد تک کم ہو گئے 1986ء میں تنظیم آزادی فلسطین نے اپنے مرکزی دفاتر تیونس میں منتقل کیے تو اسرائیل نے تیونس میں بھی فضائی حملے کر کے فلسطینی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا ان حملوں کے دوران فلسطینی رہنما ابو جہاد کی شہادت کا واقعہ پیش آیا لیبیا اور بعض عرب ممالک کی طرف سے ابو جہاد کی شہادت کا الزام شاہ حسن پر عائد کیا گیا اس واقعہ کے بعد مراکش اور لیبیا کے تعلقات میں بھی کشیدگی آ گئی یہاں تک کہ جب امریکہ نے لیبیا کے خلاف فوجی کارروائی کی تو مراکش نے اس پر کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہ کیا۔شاہ حسن نے اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے رکھا اور اپنے طور پر مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے منصوبے پر عمل پیرا رہے اسرائیلی وزیراعظم شمعون پیریز نے مراکش کا سرکاری دورہ بھی کیا مراکش پر اڑتیس سال تک حکمران رہنے کے بعد شاہ حسن ثانی 23 جولائی 1999ء کو وفات پا گئے اور ان کے بعد ولی عہد شاہ محمد سادس مراکش کے حکمران بنے۔

03345504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مراکش کی معیشت اور اقتصادی وسائل: مراکش بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ زمین زرخیز اور پیداوار وافر ہے۔ ستر فیصد آبادی کا ذریعہ معاش زراعت ہے۔ مراکش بڑی حد تک خوراک میں خود کفیل ہے۔ گندم۔ انجیر۔ سبزیاں۔ انگور اور زیتون اہم زرعی پیداوار میں سنگترے اور کھجور افراط سے پیدا ہوتے ہیں جو کہ برآمد بھی کئے جاتے ہیں۔

فاسفیٹ کی عالمی پیداوار میں مراکش تیسرا ملک ہے اور اس کی برآمد میں پہلا ہے۔ فاسفیٹس کے علاوہ سونا، چاندی، کوئلہ، تیل، سیسہ، گندھک اور سنگ مرمر بھی پائے جاتے ہیں۔ کوبالٹ کی کل عالمی پیداوار کا دسواں حصہ یہیں پیدا ہوتا ہے خام میگنیز کی عالمی پیداوار میں مراکش کا حصہ دو فیصد ہے۔ صنعتی پیداوار میں چمڑے کی اشیاء اور کپڑا سر فہرست ہے۔

قدرتی مناظر کی خوب صورتی، پرانے قلعوں، نخلستان، خوشگوار آب وہوا اور رومی دور کے آثار قدیمہ کی وجہ سے سیاحوں کی آمدورفت خوب رہتی ہے جس سے ملک کو خاصی آمدنی ملتی ہے۔ قدرتی وسائل میں لوہا، زنک، مچھلی، نمک، لیڈ میگا قابل ذکر ہیں۔ درآمدات میں سیمی پروسیڈ چیزیں، کیپیٹل چیزیں، خوراک اور مشروبات، فیول وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ برآمدات میں اشیائے صرف اور فاسفیٹ وغیرہ شامل ہیں، مراکش کی ماہی گیری کی صنعت بھی ترقی پذیر ہے۔ ملک میں جنگلات بھی ہیں۔ لکڑی کی بض اہم اقسام برآمد ہوتی ہیں۔ مویشی کثرت سے پالے جاتے ہیں۔

پاکستان اور مراکش کے تعلقات کی نوعیت:

مراکش کی آزادی میں پاکستان کا کردار: 1912ء سے 1955ء تک مراکش پر فرانس قابض رہا تاہم ہزاروں مراکشی باشندوں کی قربانیوں کے نتیجے میں 1956ء میں مراکش نے فرانس سے آزادی حاصل کی۔ آزادی کی تحریک میں پاکستان نے بھی مراکش کا بھرپور ساتھ دیا۔ 1952ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کی موقع پر مراکش کے شاہ محمد پنجم کی طرف سے بھیجے گئے تحریک آزادی کے سرگرم لیڈر احمد عبدالسلام بلفرج سیکیورٹی کونسل میں جب مراکش کی آزادی کے حق میں آواز بلند کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو وہاں موجود فرانسیسی نمائندے نے احمد بلفرج کو یہ کہہ کر خطاب کرنے سے روک دیا کہ "مراکش چونکہ فرانس کی کالونی ہے لہذا احمد بلفرج کو اس پلیٹ فارم سے بولنے کی اجازت نہیں۔" اجلاس میں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان بھی شریک تھے، انہوں نے جب ایک مسلمان رہنما کے ساتھ فرانسیسی نمائندے کا ہتک آمیز سلوک دیکھا تو احمد بلفرج کو پاکستان کی شہریت کی پیشکش کی اور رات گئے نیویارک میں قائم پاکستانی سفارت خانہ کھلوا کر احمد بلفرج کو پاکستانی پاسپورٹ جاری کیا۔ اس طرح اگلے روز احمد بلفرج نے پاکستان چیئر سے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرکے مراکش کی فرانس سے آزادی کیلئے آواز بلند کی جس سے مراکش کی آزادی کی تحریک میں نئی روح پڑی اور بلاآخر 19 نومبر 1956ء کو مراکش، فرانس کے تسلط سے آزاد ہوا۔

آزادی کے بعد مراکش کے بادشاہ محمد پنجم نے احمد عبدالسلام بلفرج کو مراکش کا پہلا وزیر اعظم نامزد کیا۔ احمد بلفرج آج دنیا میں نہیں مگر وہ جب تک وزیر اعظم کے منصب پر فائز رہے، انہوں نے اپنے دفتر میں پاکستانی پاسپورٹ کی کاپی آویزاں رکھی، وہ اپنے دفتر میں آنیوالے ہر شخص کو پاکستانی پاسپورٹ دکھاتے ہوئے بڑے فخر سے بتاتے تھے کہ:

مراکش کی آزادی کی تحریک میں پاکستان اور پاکستانی پاسپورٹ نے ان کی بڑی مدد کی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ترکی کی بعد مراکش وہ ملک ہے جہاں کے لوگ پاکستانیوں سے بہت محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

تاریخی مماثلت: مراکش اور پاکستان میں تاریخی اعتبار سے بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔ 711ء میں جب نوجوان سپہ سالار طارق بن زیاد جبرالٹر کے مقام پر اپنی کشتیاں جلا کر فتح یا شہادت کا اعلان کر رہا تھا، اسی دوران ایک اور نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم برصغیر میں دیبل کے مقام پر فتح کا اسلامی پرچم گاڑ رہا تھا جس کے نتیجے میں برصغیر میں اسلام پھیلا اور کئی صدیوں تک مسلمانوں نے ہندوستان پر حکمرانی کی۔

تجارتی، معاشی اور دفاعی تعلقات: تجارتی وفود ایک دوسرے کے ملک کا دورہ کر چکے ہیں اس سلسلے میں 1967ء کے بعد خاصی کوششیں ہوئی ہیں اور کتنی صنعتی منصوبوں میں اشتراک ہے۔ مراکش پاکستان کیلئے اچھی خاصی منڈی ثابت ہوا ہے پاکستان افرادی قوت اور فنی ماہرین کے ذریعے سے مراکش کی مدد کر رہا ہے۔ ویزے کی تمام پابندیاں نرم ہیں۔ مراکش کے شہر کاسابلانکا میں جب عرب لیگ کانفرنس ہوئی تھی اس میں مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی تائید کی گئی تھی ستمبر 1965ء کی جنگ میں مراکش نے پاکستان کا ساتھ دیا اور بھارت کی طرف سے جارحیت کی مذمت کی۔ 1971ء کی جنگ میں بھی مراکش نے پاکستان کا ساتھ دیا۔ اور شاہ حسن نے سفارتی سطح پر کوشش کی تھی کہ بھارت کو مشرقی پاکستان میں جارحیت سے باز رکھا جائے پچھلے دس پندرہ برس میں دونوں ملکوں کے درمیان اعلیٰ سطح پر خیر سگالی کے دوروں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تحریک حریت کے قائد اور استقلال پارٹی کے بانی محمد الملال الفاسی 66-1965ء میں شاہ حسن کے خاص نمائندے کی حیثیت سے پاکستان آئے اور پاکستان کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا جب شاہ حسن نے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ انہوں نے ہمیشہ اسلامی اتحاد اور اخوت کے فروغ کیلئے اہم کردار ادا کیا ہے مراکش کی تحریک آزادی کے دوران پاکستان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ دونوں ممالک اسلامی سربراہی کانفرنس کی میزبانی کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس ستمبر 1969ء میں مراکش کے دارالحکومت رباط میں اور دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس فروری 1974ء میں لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

سوال نمبر13: **البانیہ کی قومی تحریک نے ملک کو آزادی دلانے میں جو کردار ادا کیا اس کے محرکات کا جائزہ لیں۔**

جواب: **البانیہ میں اشاعتِ اسلام:** البانیہ میں اسلام کی اشاعت تیرھویں صدی میں مسلمان مبلغین اور تاجروں جب کہ جزیرہ نما بلقان میں عثمانی ترک افواج کی پیش قدمی سے ہوئی۔ پندرھویں صدی کے وسط میں البانوی اشراف میں جارج کیسٹری اوٹی جو کہ سکندر بیگ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا، کی ناکام مزاحمت کے بعد البانوی عیسائی بڑی تعداد میں حلقہ گوش اسلام ہوئے۔ ملک میں کئی ترک امرا کو جاگیریں عطا ہونے کی وجہ سے اسلام کو مزید تقویت ملی۔ البانوی مسلمانوں نے عثمانی حکومت میں ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کیے اور ان میں سے کئی ایک اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے ان میں سے گوالا کے محمد علی پاشا نے مصر میں اپنی حکومت قائم کر لی اور جینینا (Janina) کے محمد علی پاشا اور سکیٹری (Scutari) کے محمد بشا علی نے اپنی بڑھتی ہوئی قوت کے بل بوتے پر عثمانی حکومت سے علیحدگی کی ناکام کوشش کی۔

قومی شعور کا ظہور: انیسویں صدی کے آخر میں عثمانی سلطنت کے زوال پذیر ہونے کی وجہ سے البانیہ میں بھی حالات دگرگوں ہونے لگے۔ روس اور ترکی کی جنگوں کے دوران بلقان کی سیاست بھی مسلمانوں کے خلاف متاثر ہوئی۔ 78-1877ء کی جنگ میں روسیوں کے ہاتھوں ترکوں کی شکست سے بلقان میں طاقت کا توازن بگڑ گیا اور دول یورپ نے مداخلت کر کے 1878ء میں برلن کے معاہدے کے رو سے ترکی کو مجبور کیا کہ وہ البانیہ کی دو بندرگاہوں اور ضلعوں کا مانٹی نیگرو کی چھوٹی سی عیسائی ریاست سے الحاق کر دے۔ اس فیصلے کے خلاف البانیہ میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور ایک قومی تحریک وجود میں آ گئی۔ ''نوجوان ترکوں'' کے انقلاب کی وجہ سے بھی البانیہ کے قومی تشخص کے ارتقاء میں بڑی مدد ملی کیونکہ عثمانی انقلاب کی کامیابی میں البانیہ میں مقیم ترک فوج کی منصوبہ بندی کو گہرا دخل تھا۔ چنانچہ 1909ء میں البانوی قومی کانگرس مناستر کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں ایک متحدہ رسم الخط پر اتفاق کیا گیا۔ علاوہ ازیں عثمانی سلطنت میں ایک خود مختار البانیہ کے قیام پر زور دیا گیا جس میں سکتری، کوشور، مناستر اور جنینا، چار صوبے شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

آزادی کا حصول: 13-1912ء میں جب بلقان کی جنگیں شروع ہوئیں تو البانیہ نے اسمٰعیل کمال ولوری سرکردگی میں 28 نومبر 1912ء کو آزادی کا اعلان کر دیا۔ متحاربین میں سے یونان، بلغاریہ اور مانٹی نیگرو نے البانیہ کے حصے بخرے کرنے کی کوشش کی لیکن البانیہ کی قومی تحریک کی قوت کے پیش نظر عیسائی قوتوں کو چنداں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ دول یورپ نے محاذ آرائی ختم کرنے کے لئے فلورنس کے سمجھوتہ کے تحت 1913ء میں ویڈ کے شہزادہ ولیم کو البانیہ کا حکمران قرار دیا لیکن شہزادہ چند ہی ماہ میں ملکی دشواریوں سے گھبرا کر البانیہ چھوڑ گیا۔

☆ پہلی جنگ عظیم میں اپنی غیر جانبداری کے اعلان کے باوجود البانیہ جنگ کا اکھاڑا بنا۔

☆ جنگ کے خاتمے پر اٹلی نے البانیہ پر اپنے علاقائی دعوے پیش کیے لیکن امریکی صدر ولسن کے چودہ نکات پر اصرار کی وجہ سے ملک تقسیم سے بچ گیا۔

1920ء میں البانیہ کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا۔ اقوام کی لیگ میں البانیہ کی بطور ایک ممبر کے شمولیت سے ملکی آزادی کے تحفظ میں مدد ملی۔

بادشاہت کا قیام اور اطالوی قبضہ:

☆ 22-1921ء کے عرصے میں البانوی دانشوروں اور جمہوریت پسند عناصر نے ایک لبرل جمہوری حکومت کی تشکیل کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں احمد بیگ ذوگو کو دسمبر 1922ء سے فروری 1924ء تک وزارت عظمیٰ سپرد کی گئی لیکن ملکی بدنظمی اور بغاوتوں کی وجہ سے اسے ملک چھوڑنا پڑا۔

☆ چند ماہ بعد احمد بیگ نے یوگوسلاویہ کی مدد سے دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا تاہم اس نے اٹلی کی مدد سے اپنی پوزیشن مستحکم کی۔ 27-1926ء میں اطالوی تاجروں کو کئی ایک اقتصادی مراعات دیں جس سے ملک میں اٹلی کا اثر بہت بڑھ گیا اگر چہ اس نے ملک کو اٹلی کی فسطائیت سے پاک رکھنے کی بہت کوشش کی۔ احمد بیگ نے 1928ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس آئینی تبدیلی سے ملک میں آمرانہ نظام میں سہولت ہوئی۔ لیکن اقتصادی اور انتظامی لحاظ سے البانیہ کو کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ احمد بیگ نے اٹلی سے 50 ملین سونے کے فرانک کا بھاری قرضہ لے کر ملک کو اطالوی اقتصادی شکنجے میں جکڑ دیا کیونکہ ملکی معیشت اس کی واپس ادائیگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر14: **ترکی میں دوسری جمہوریہ کے درمیان ہونے والے واقعات کا تنقیدی جائزہ لیں اور اس کے اثرات بیان کریں۔**

جواب: **ترکی میں دوسری جمہوریہ:** جنوری 1961ء میں قومی اتحاد کمیٹی نے آئین مجلس کا ایک اجلاس بلایا۔ 27 مئی 1961ء کو انقلاب کے ایک سال بعد آئین تشکیل دیا گیا۔ آئینی مجلس دو ایوانوں پر مشتمل تھی۔ 4 سال کے لیے 450 ایوان نمائندگان اور قومی اتحاد کمیٹی، نمائندگان میں عوام کے پانچ طبقوں کو نمائندگی دی گئی جس میں دو سیاسی پارٹیوں عصمت انونو کی جمہوریت خلق پارٹی اور جمہور ملی کسان پارٹی کو بھی نمائندگی دی گئی (کیونکہ اس وقت اپنی صحیح شکل میں یہی دو پارٹیاں موجود تھیں) اس طرح کل 272 نمائندے چنے گئے۔

☆۔ 27 مئی 1961ء میں نے آئین کو عوام نے ایک ریفرینڈم (9 جولائی 1961ء) کے ذریعے قبول کر لیا۔ 1961ء کے آئین کا 40 فیصد حصہ ''انسانی حقوق، فرد کی آزادی اور سوسائٹی کی بہبود، سے متعلق تھا۔

☆۔ اکتوبر 1965ء کے عام انتخابات میں عدالت پارٹی نے کامیابی حاصل کی۔ پہلی دفعہ ایک جماعتی حکومت بنی اور سلیمان ڈیمرل وزیر اعظم منتخب ہوئے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

☆ ۔ جمال گرسل ریفرنڈم کے ذریعے دس سال کے لیے صدر منتخب ہوئے اور اپنی وفات یعنی 14 ستمبر 1966ء تک اس عہدے پر برقرار رہے۔

☆ ۔ 70-1969ء میں اقتصادی بدحالی، سیاسی بے چینی اور تشدد کے واقعات اور طلبہ کی حکومت کے خلاف مسلسل مظاہروں کے بعد ایک بار پھر مسلح افواج کو سول حکومت کا خاتمہ کرنا پڑا۔

☆ ۔ 1971ء میں سلیمان ڈیمرل کی حکومت کو مستعفی ہونے کو کہا گیا اور اس کی جگہ نہایت ارم کو وزیراعظم بنا دیا گیا۔

1973 میں فوج نے عام انتخابات کرا کے اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے دوبارہ قومی حکومت قائم کر دی۔ انتخابات میں بدل ایجوت کی جمہوریت خلق پارٹی واضح اکثریت سے جیت گئی۔ ریٹائرڈ ایڈمرل فخری کوروتک کو مملکت کا صدر بنا دیا گیا۔

دوسری جمہوریہ کا خاتمہ: 80-1977 میں جمہوریہ ترکیہ ایک بار پھر تشدد اور لاقانونیت کے چنگل میں پھنس گئی۔ اس کے دو بڑے محرکات تھے: اقتصادی اور سیاسی۔ ترکی اس وقت زبردست اقتصادی بحران کا شکار تھا۔ بے روزگاری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ سیاسی محاذ پر قوم کو انتہا پسند دائیں اور بائیں بازو کے عناصر کا سامنا تھا، مسئلہ سیاسی میدان سے نکل کر قومی سطح پر پھیل چکا تھا، قوم کی حاکمیت اور ملک کی بقا کو خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔ عوام کا کوئی طبقہ بھی ایسا نہ تھا جسے شرپسندوں نے مالی و جانی نقصان نہ پہنچایا ہو۔

☆ ۔ اِن سیاسی جرائم کے پیچھے جو ہاتھ کام کر رہے تھے۔ ان کے عزائم واضح تھے۔ وہ جمہوری اداروں کا ساتھ دینے والی قوتوں کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے۔

☆ ۔ 1978ء میں دسمبر کی 24-21 تاریخوں کے درمیان قہرمان ماراش میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔

☆ ۔ بحیرہ اسود کے ایک شہر فطسہ پر بائیں بازو کے دہشت پسند نے قبضہ کر لیا جسے بعد میں مسلح افواج نے کئی دِن کے محاصرے کے بعد خالی کرا لیا۔

12 ستمبر 1980ء کو ترکی میں 20 سال کے دوران تیسری بار مارشل لا کا نفاذ کرنا پڑا۔ ترکی میں مسلح افواج کے ایک قانون کے تحت درج ذیل حالات میں فوج ملک کا اقتدار سنبھال سکتی ہے:

الف) ملک کی سلامتی خطرے میں ہو۔ ب) قومی اتحاد کو خطرہ لاحق ہو۔ ج) خانہ جنگی کی روک تھام کے لیے۔

د) جمہوری نظام کی راہ میں رکاوٹیں دور کرنے اور قومی سلامتی اور حاکمیت کو بحال کرنے کے لیے جنرل کنعان ایوران نے جو مسلح افواج کے سربراہ بھی تھے، اپنے ایک بیان میں کہا "فوج اقتدار سنبھالنے کے لیے مجبور ہوگئی تھی"۔ ایورن نے وعدہ کیا کہ وہ:

"اتاترک کے اصولوں، ان کی نفاذ کی ہوئی اصلاحات اور ان کی طرف سے عطا کیے گئے جذبہ قومیت کا احترام کریں گے۔ قوم کے بچوں کو ہر قسم کے خارجی نظریات کی یلغار سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے"۔

جنرل کنعان ایورن کا دور: جنرل کنعان ایورن 7 نومبر 1982ء میں ریفرنڈم کے ذریعے ترکی کے صدر منتخب ہوئے۔ 1983ء میں تین سالہ فوجی دورِ حکومت کے خاتمے پر ترگت اوزال ترکی کے وزیراعظم بنے۔ بعد ازاں 1989ء میں پارلیمنٹ نے (جس میں ان کی مدر لینڈ پارٹی کے اراکین کی اکثریت تھی) انھیں صدر منتخب کر لیا۔ 1991 میں مسعود یلماز وزارتِ عظمی پر فائز ہوئے۔ اپریل 1993ء میں ترگت اوزال کی وفات کے بعد سلیمان ڈیمرل ملک کے صدر بنے اور ٹروتھ پارٹی کی قائد مسز تانسو چیلر ملک کی پہلی خاتون وزیراعظم بنیں۔ تانسو چیلر کے دور میں ترکی سنگین معاشی بحران سے گزر رہا تھا اور عراق پر عائد اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے ترکی کی برآمدات خسارے کا شکار تھیں۔ افراطِ زر 90 فیصد سے بھی تجاوز کر گیا۔ بجٹ خسارہ، مہنگائی اور قلیل تنخواہوں نے عام آدمی کی معاشی حالت کو شدید متاثر کیا۔ حکومت اس صورت حال کو کنٹرول کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

دسمبر 1995ء کے عام انتخابات میں اسلامی خیالات کی حامل اسلامی ویلفیئر پارٹی (رفاہ پارٹی) نے نجم الدین اربکان کی قیادت میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ان انتخابات میں مدر لینڈ پارٹی کو 131 اور تانسو چیلر (سابق وزیراعظم) کی ٹروتھ پارٹی نے 135 نشستیں حاصل کی۔ جون 1996ء میں نجم الدین اربکان کے وزیراعظم بنتے ہی حکومت اور فوج میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اربکان نے اکثر معاملات پر فوج سے محاذ آرائی سے گریز کیا۔ لیکن سیکولر نظریات رکھنے والی فوج اسلامی ویلفیئر پارٹی کی حکومت کو برداشت نہ کر سکی اور فروری 1997ء میں حکومت کو معزول کر دیا گیا۔ بالآخر مارچ 1997ء میں ٹروتھ پارٹی اور مدر لین پارٹی نے مخلوط حکومت بنائی۔ باہمی معاہدے کے مطابق حکومت کے پہلے مرحلے میں مسعود یلماز وزیراعظم رہے۔ لیکن یہ مخلوط حکومت اس وقت شدید خطرے سے دوچار ہوگئی جب تانسو چیلر کے خلاف پارلیمنٹ نے مالی بے ظابطگیوں کی تحقیقات کی منظوری دے دی۔ جس پر تانسو چیلر نے مسعود یلماز کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ اتحاد ٹوٹ گیا۔ اپریل 1997ء میں مسعود یلماز نے از خود استعفیٰ دے دیا۔ پھر تانسو چیلر نے مجبوراً رفاہ پارٹی کے ساتھ اتحاد کر لیا اور نجم الدین اربکان وزیراعظم بن گئے لیکن ترکی کے سیکولر نظریات کی حامل فوج نے اربکان کی اسلامی پالیسیوں پر شدید اعتراضات کیے۔ آخر کار فوج کے شدید دباؤ کے نتیجے میں جون 1997ء میں اربکان استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئے۔ اربکان کے اسلامی نظریات پر کھنے پر پانچ سال کے لیے سیاست میں حصہ لینے پر پابندی اور ان کی جماعت رفاہ پارٹی کو خلافِ قانون قرار دے دیا گیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 15: **لبنان میں بشیر جمائل کے دور حکومت کا تنقیدی جائزہ لیں نیز اس کی خارجہ پالیسی کے اہم خدوخال کی وضاحت کریں۔**

جواب: **بشیر جمائل کا انتخاب:** اسرائیلی رائفلوں کے سائے میں اور امریکہ کی پشت پناہی پر فلانجی ملیشیا کا سربراہ بشیر جمائل لبنان کا صدر بن بیٹھا ہے اور لبنان میں صحیح معنوں میں اسرائیل کی حکومت قائم ہوگئی۔ مسلمان اور بائیں بازو کے ارکان نے انتخاب کا بائیکاٹ کر دیا تھا تاکہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا کورم پورا نہ ہو۔ لبنان پارلیمنٹ کا انتخاب 1972ء میں ہوا۔ یہ پارلیمنٹ 99 ممبروں پر مشتمل تھی مگر سات ممبر فوت یا قتل ہو گئے۔ اس کے باوجود کورم کے لیے 66 ممبروں کی حاضری لازمی تھی۔ مگر یہ شرط ختم کر دی گئی۔ اور 62 ممبروں کا کورم مقرر کیا گیا جو اجلاس کے شروع ہونے پر موجود نہیں تھا۔ اجلاس میں شرکت کے لیے صرف 51 ممبر آئے تھے رفتہ رفتہ ان کی تعداد 62 تک پہنچ گئی۔

پہلی رائے میں بشیر جمائل کو تمام ووٹوں کی ضرورت تھی مگر اسے 57 ووٹ ملے۔ دو ممبروں نے بیلٹ پیپر سادہ چھوڑ دیئے اور ایک ممبر نے جلاوطن مارونی لیڈر ریمنڈی ریڈی کو ووٹ دیا تھا۔ آئین کے مطابق دوسری رائے شماری میں سادہ اکثریت درکار ہوتی ہے۔ اس کی تعداد بھی حاضر ارکان کے تناسب سے 47 مقرر کی گئی اور بشیر جمائل کو یہ ووٹ مل گئے۔ اس سے قبل لبنان کے صدر کے چناؤ میں سنی مسلمانوں کے ووٹ بھی ہوتے تھے لیکن بشیر جمائل کے انتخاب میں یہ پہلا موقع تھا کہ سنی مسلمانوں کا کوئی ووٹ شامل نہ تھا۔ صرف شیعہ نمائندوں نے فلانجی عیسائیوں کا ساتھ دیا۔

لبنانی پارلیمنٹ میں مختلف قوموں کی نشستیں درج ذیل انداز پر ہیں:

مارونی عیسائی	28
سنی مسلمان	19
شیعہ	18
یونانی عیسائی	11
یونانی کیتھولک	6
آرمینائی	5
دردزی	5

یہ کل 92 نشستیں بنتی ہیں اور یہی لبنان کی پارلیمنٹ مشتمل ہے۔ عیسائیوں کے ووٹ مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ان کو جمع کیا جائے تو وہ پچاس بنتے ہین اور مسلمان نمائندوں کی مجموعی تعداد 92 بنتی ہے۔ صدارتی انتخاب کے بعد بشیر جمائل کو ملنے والے ووٹوں کی جو تفصیل حکومت لبنان کی جانب سے شائع کی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بشیر جمائل کو عیسائیوں کے علاوہ شیعہ مسلمانوں کے ووٹ بھی ملے لیکن سنی مسلمانوں نے انتخاب کا قطعی بائیکاٹ کر دیا تھا۔ بشیر جمائل کو ملنے والے ووٹوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

مارونی عیسائی	27
شیعہ	12
یونانی عیسائی	6
یونانی کیتھولک	5
آرمینائی	5
دردزی	2

اس انتخاب سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ عیسائی اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ انتخابی نتیجے کے بعد لبنان کے مختلف حصوں سے ناخوشگوار خبریں آنا شروع ہو گئیں۔ پہلی خبر یہ تھی کہ سنی مسلمانوں نے لبنان کے دوسرے بڑے شہر ترپیولی پر قبضہ کر لیا ہے۔ دوسری خبر یہ تھی کہ سابق عیسائی صدر فرنجی نے شمالی لبنان کو جانے والی سڑک کاٹ دی ہے۔ تیسری خبر یہ تھی کہ بائیں بازو والوں نے بشیر جمائل کو ووٹ دینے والے گیارہ ارکان پارلیمنٹ کے گھر اور دفتروں پر حملے کیے۔ چوتھی خبر یہ تھی کہ لبنان کے تین سابق وزرائے اعظم نے حلف اٹھایا کہ بشیر جمائل کی حکومت کو قطعاً کامیاب ہونے نہیں دیا جائے گا اور پانچویں یہ تھی کہ فلانجی عیسائیوں اور لبنان میں موجود شامی فوجوں کے درمیان بعض مقامات پر شدید جھڑپیں ہوئی ہیں۔

انگریز قوم فلسطینیوں کے مسئلے پر قطعی بے تعلق اور بے حس ہے۔ انگریزوں کی اکثریت تو یہ کہتی ہے کہ اسرائیلیوں کو بیروت پر اتنا ظلم نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن فلسطینیوں کے حقوق یا اسرائیل کے ارادوں کے بارے میں اُن میں کسی تبدیلی کی کوئی علامت نہیں ہے یعنی وہ فلسطینیوں کے مقابلے میں اَب بھی اسرائیل کے حامی ہیں۔ تنظیم آزادی فلسطین کے انخلا کے بعد بیروت میں تین زبردست حادثے ہوئے ہیں۔ پہلا لبنان کے نومنتخب صدر بشیر جمائل کا قتل، دوسرا اسرائیلی فوجوں کی بیرون کے حلم علاقے یعنی مغربی بیروت میں پیش قدمی، تیسرا صابرہ اور شتیلا کے مہاجر کیمپوں کا قتل عام۔

بشیر جمائل کا قتل: بشیر جمائل فلانجی پارٹی کے موسس پیرے جمائل کا لڑکا تھا۔ پیرے جمائل ابھی تک زندہ ہے۔ اور بشیر جمائل کے قتل سے دو روز قبل

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے کاشف بک ایجنسی کے نمبر پر رابطہ کریں

کاشف بک ایجنسی 0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اِس نے بشیر جمائل اور صدر امین جمائل جو بشیر جمائل سے بڑا ہے کے ساتھ مل کر اپنی ایک یادگار تصویر بنوائی ۔ پیرے جمائل متعصب عیسائی ہے ۔ جنگ عظیم دوم سے قبل اُسے ایک مرتبہ جرمنی جانے کا اتفاق ہوا تو اس نے ہٹلر کی نازی پارٹی کو دیکھا۔ اس تنظیم کے ڈسپلن نے اسے بہت متاثر کیا۔ چنانچہ اس کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد وہ لبنان آیا اور نازی پارٹی کے خطوط پر فلانجی پارٹی کی تشکیل دی۔ فلانجی پارٹی رفتہ رفتہ اتنی مضبوط ہو گئی کہ نازی پارٹی کی طرح وہ لبنانی مارنیوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرنے لگی۔ اس غرض کے لیے اس نے لبنان میں موجود تمام عیسائی تنظیموں کو بتدریج ختم کرنے کا پروگرام بنا لیا۔

عیسائیوں کی ایک اور تنظیم سلیمان فرنجی سابق صدر لبنان کی تھی ۔ فلانجی پارٹی نے سب سے پہلے اسی کے استحصال کا منصوبہ بنایا۔ اس کو پہلے انتباہ کیا پھر اس کے مرکزی دفتر پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں سلیمان کی بیٹی، داماد اور نواسہ ہلاک ہو گئے۔

یہ فلانجی پارٹی ہی تھی ۔ جو 1976ء کے مسلم کش فسادات میں پیش پیش تھی ۔ تل زعتر کے فلسطینی کیمپ کا اس نے محاصرہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

ایک مغربی نامہ نگار نے اِن کے محاصرے کی رپورٹ کے بارے میں بتایا:

''فلانجی مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے تھے اور انہیں کھانا کھاتے ہوئے تہ تیغ کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کو ہلاک کرنے سے قبل وہ اسلام کا مذاق اُڑاتے اور اذان کی نقل اتارتے تھے''۔

ان تمام مہموں کا سرغنہ بشیر جمائل تھا جو فلانجی پارٹی کے بانی کا چھوٹا لڑکا تھا۔ بشیر جمائل بڑا ہٹ دھرم، سخت مزاج اور بے رحم تھا۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب میں وہ انتہا پسند تھا۔ فلسطینیوں کو لبنان سے نکالنے کے لیے اس نے اسرائیل کو دعوت دی تھی ۔ باپ نے جب اپنے بیٹے کی ایسی لیاقت دیکھی تو اِس کے حق میں دستبردار ہو گیا اور فلانجی پارٹی کی قیادت بشیر جمائل کے سپرد کر دی۔ فلانجی پارٹی کے رضا کاروں کی تعداد اس وقت سولہ ہزار کے قریب ہے۔ وہ ایک طرح سے مکمل فوج ہے۔ اور اسرائیل کی جانب سے اُس کو ضرورت کی ہر امداد ملی۔

علاوہ ازیں بشیر جمائل کے دشمنوں کی تعداد بھی کثیر تھی ۔ اس کے دشمن نہ صرف مسلمانوں کے اندر تھے بلکہ عیسائیوں کے اندر بھی تھے۔ سلیمان فرنجی جس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے بشیر جمائل نے اس کی بیٹی داماد اور نواسے کو قتل کیا تھا۔ اس کا جانی دشمن تھا۔ اس نے مقتولین کی لاشوں کو دفن نہیں کیا بلکہ محفوظ کر کے ایک کمرے میں رکھوا دیا تھا۔ تا کہ اِس کی آنکھوں کے سامنے وہ ہر وقت رہیں۔ اور اسے یاد دلاتی رہیں کہ انتقام لینا باقی ہے۔ ان کے قتل کے بعد سلیمان فرنجی نے اپنی پارٹی کے ایک جلسہ عام میں قسم کھا کر کہا کہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک بشیر جمائل سے اپنے عزیزوں کے قتل کا بدلہ نہ لے لے۔ بشیر جمائل جب عہدہ صدارت کے لیے امیدوار بنا تو سب سے زیادہ مخالفت سلیمان فرنجی نے کی ۔ جب اس کے صدر منتخب ہونے کا اعلان ہوا تو سلیمان نے کہا وہ کرسی صدارت پر نہیں بیٹھے گا۔

بشیر جمائل جب صدر منتخب ہو گیا تو اس نے قوم کو یقین دلایا کہ لبنان سے ہر قسم کی لاقانونیت ختم کر دی جائے گی۔ وہ کسی قوم و ملت کے لیے جانبدار نہیں ہو گا۔ وہ ملک میں نظم و ضبط اور امن قائم کرنے کے لیے تمام عسکری تنظیموں سے اسلحہ لے کر لبنانی فوج اور پولیس کے حوالے کر دے گا۔ یہ آغاز ایسا تھا کہ کسی کو بشیر جمائل کے دعوے پر یقین نہیں آتا تھا۔ اپنے رضا کاروں سے اسلحہ واپس دلوانے کے لیے اس نے اشرافیہ میں جہاں فلانجی پارٹی کا ہیڈ کوارٹر ہے، پارٹی کی جنرل کونسل کا اجلاس بلا لیا وہ بھی تقریر کے لیے کھڑا ہی ہوا تھا کہ بم کا دھماکہ ہوا اور پوری عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی ۔ لوگ پکارے کہ بشیر جمائل کہاں ہے؟ کسی نے کہا وہ خیریت سے ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ملبے سے اس کی مسخ شدہ لاش برآمد ہو گئی۔

عیسائیوں کے اندر یہ افواہ پھیل گئی کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے لیکن جلد ہی حقائق نے ثابت کر دیا کہ یہ مسلمانوں کا نہیں بلکہ عیسائیوں کا اپنا کام ہے۔ فلانجی پارٹی کے دفتر میں اتنا زبردست پہرہ ہوتا کہ کوئی مسلمان وہاں قریب بھی نہیں پھٹک سکتا تھا۔ عین ممکن ہے یہ سلیمان فلانجی کا کام ہو جس نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد، نواسے کا بدلہ لے کر رہے گا۔ لیکن ابھی تک یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اصل قاتل کون ہے؟

جہاں تک تنظیم آزادی فلسطین کا تعلق تھا یاسر عرفات نے فوراً بیان دیا کہ تنظیم کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ۔ یہ کام اسرائیل کا ہے جو بشیر جمائل کو اسرائیل سے اسی نوع کا معاہدہ امن کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ جیسا کہ روس نے افغانستان کی کارمل حکومت کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن بشیر جمائل کو اس میں تامل تھا کیونکہ اس صورت میں وہ کھلم کھلا اسرائیل کا پٹھو بن کر رہ جاتا ہے۔ شاید بشیر کے اسی تامل کی وجہ سے یا مغربی بیروت میں پیش قدمی کے لیے کوئی معقول بہانہ تلاش کرنے کے لیے اسرائیل نے بشیر جمائل کو قربانی کا بکرہ بنایا ہو۔

سوال نمبر 16: متحدہ عرب امارات کے اہم ممالک کون کون سے ہیں؟ ان ممالک کے سیاسی حالات اور پاکستان کے ساتھ تعلقات کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: **متحدہ عرب امارات:** یہ جزیرہ نمائے عرب سے مشرقی ساحل پر واقع ہیں امارات کے شمال میں خلیج فارس ہے۔ مشرق میں عمان ہے مغرب اور جنوب میں سرحدیں سعودی عرب سے ملتی ہیں۔ متحدہ عرب امارات سات خلیجی ریاستوں کا وفاق ہے وفاق میں سات امارتیں شامل ہیں۔

''ابوظہبی۔ اجمان۔ دوبئی۔ جوجیزہ۔ راس الخیمہ ۔ شارجہ اور علاالقیوین'' وفاق کا کل رقبہ 23600 مربع میل اور آبادی دو لاکھ ہے۔ یہ سارا علاقہ لق و دق صحرا پر مشتمل ہے۔ سطح ریتلی اور پتھریلی ہے مشرقی حصہ پہاڑی ہے۔ آب و ہوا گرم اور بارش بہت کم ہوتی ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ایک وفاق میں شامل ان ریاستوں پر شیخ حکمران ہیں۔پچھلی صدی میں برطانیہ کا سیاسی اثر مشرق وسطیٰ میں پھیلا تو اپنے تجارتی تحفظ اور سیاسی مفاد کے لئے برطانیہ نے ان حکمرانوں سے معاہدے کیے۔اس مناسبت سے ریاستیں معاہداتی ریاستیں کہلاتی ہیں۔1820ء میں ان ریاستوں کے سربراہوں نے برطانیہ کے ساتھ معاہدہ امن پر دستخط کیے۔اس کے بعد اور بھی معاہدے ہوئے۔زیادہ مشہور مئی 1853ء کا مستقل سمندری امن Perpetual Sea Truce اور مارچ 1892ء کا معاہدہ کلیات Exclusive Agreement ہیں۔مواخر الذمعاہدہ کے تحت شیوخ ولی عہد اور ان کے جانشین نے عہد کہا کہ وہ حکومت برطانیہ کے علاوہ کسی بھی بیرونی طاقت کے ساتھ کسی قسم کی خط وکتابت یا روابط قائم نہیں کریں گے۔اور نہ کسی دوسری حکومت کے نمائندے کو خوش آمدید کہیں گے۔اس طرح اپنی سرزمین کے کسی حصے میں سوائے حکومت برطانیہ کے کسی اور کو مراعات نہیں دیں گے۔اس کے بدلے میں برطانیہ نے ان ریاستوں کے دفاع اور بیرونی تعلقات کا ذمہ لیا۔بیسویں صدی کے نصف آخر میں جب تاج برطانیہ کا نوآبادیاتی طلسم ٹوٹنے لگا اور ایشیا اور افریقہ میں یورپی قوموں کے زیر تسلط مسلمان ریاستیں آزاد ہو گئیں۔تو ان خلیجی ریاستوں میں بھی آزادی کا شعور پیدا ہوا اور انگریزوں کا تسلط ختم کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز ہوا۔

جدید دور: 1958ء کے بعد اس خطے میں نئے دور کا آغاز ہوا۔خطے میں تیل کے ذخیرے دریافت ہوئے جن کی بدولت ان ریاستوں کی معیشت کے لئے نئی سمتیں پیدا ہو گئیں۔وفاق میں دو ریاستیں ابوظہبی اور دبئی ریاست وسعت اور وسائل کے لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ابوظہبی کے شیخ معیشت میں یک لخت تبدیل ہونے والی صورت حال سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔چنانچہ 1966ء میں ان کے چھوٹے بھائی شیخ زید بن سلطان النہیان امارت کے حکمران بنے۔شیخ زیر معاملہ فہمی اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے لئے معروف ہیں۔دبئی کے حکمران شیخ رشید بھی انتظامی صلاحیت اور جدید معاشی معاملات کا فہم رکھتے ہیں۔1971ء میں برطانیہ نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔دفاع اور امور خانہ سے متعلق سابقہ معاہدے ختم کر دیئے گئے۔2 دسمبر 1971ء میں یہ ریاستیں آزاد ہوئیں اور خودمختار ریاستوں کی حیثیت سے برطانیہ سے ایک معاہدہ دوستی طے پایا۔پھر ان ریاستوں نے ایک وفاق کی تشکیل کی جس کا نیا نام ''متحدہ عرب امارات'' رکھا گیا۔اور شیخ زید بن سلطان النہیان اس کے صدر مقرر ہوئے۔بعد ازاں مختلف ادوار میں مختلف حکمران برسر اقتدار آتے رہے۔موجودہ دور میں خلفیہ بن زید النہیان جو کہ 3 نومبر 2004ء کو متحدہ عرب امارات کے حکمران بنے اور بیک وقت ان کے پاس کئی شعبہ معاملات ہیں۔کے ساتھ محمد بن راشد المخدوم نے نائب حکمران کی حیثیت سے 5 جنوری 2006ء کو حلف اٹھایا۔گویا ان کے ہاں بیک وقت بادشاہیت کے ساتھ ساتھ جدید امور سیاست بھی انجام دیے جاتے ہیں۔لیکن اس کو جمہوریت نہیں کہا جا سکتا۔

وسائل اور ترقی: بیسویں صدی کے وسط تک جزیرہ نمائے عرب کے اس مشرقی علاقے میں معیشت راعیانہ اور بدوی تھی۔لوگ بھیڑ، بکریوں اور اونٹوں کی پرورش کرتے تھے۔سمندر سے مچھلیاں پکڑتے اور موتی بھی حاصل کرتے تھے۔1958ء میں ابوظہی میں تیل دریافت ہوا۔اس دریافت سے خطے کی تاریخ کا نیا باب شروع ہوا۔قوت کے یہ ذرائع وفاق کی اہم ترین پیداوار اور آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔1970-71ء میں سمندر کی تہہ میں تیل دریافت ہوا۔تیل کی پیداوار میں ابوظہبی کی اولین حیثیت ہے۔وفاق میں دو بڑی کمپنیاں ابوظہبی پیٹرولم میرین کمپنی کام کرتی ہے۔اجمان اور عم القیوین نے 1974ء میں بیرونی امریکن کمپنیوں کو مراعات دی ہیں۔زراعت محدود پیمانے پر ہوتی ہے۔ابوظہبی میں پھل خصوصا آم اور ترکاریاں آبپاشی سے کاشت کی جاتی ہیں۔آبپاشی کے لئے سمندر کے کھارے پانی کو صاف کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔اجمان اور الخمیہ کے پہاڑی علاقے میں صنعت تیل، گندم اور جو کی کاشت ہوتی ہے۔عم القیوین میں ماہی گیری کو ترقی دی گئی ہے۔صنعت تیل صاف کرنے اور تیل کی اشیاء بنانے کے کارخانوں تک محدود ہے۔وفاق کا 40% تیل یورپ کے ملکوں خصوصا برطانیہ کو اور 20% جاپان کو بھیجا جاتا ہے۔جدید دور میں متحدہ عرب امارات اپنے اندرونی و بیرونی معاملات میں کسی کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کرتا اور اپنی قدیم طرز ریاست پر زندہ ہے۔

متحدہ عرب امارات اور پاکستان کے تعلقات: پاکستان اور عرب امارات کے درمیان دوستانہ تعلقات ہیں۔ان خلیجی ریاستوں کی نمایاں اہمیت کے پیش نظر:

☆ پاکستان نے جون 1971ء میں دوبئی اور ابوظہبی میں مشن قائم کیے تاکہ تجارت کے ذریعہ باہمی تعلقات زیادہ مضبوط ہوں۔اسی سال ان مشنوں کو بڑھا کر سفارت خانے اور کونسل خانے قائم کیے۔

☆ بعد کے سالوں میں (فروری 1972ء تا دسمبر 1973ء) میں پاکستان کے صدر نے ان امارات کا دورہ کیا۔وفاق کے صدر نے مارچ 1973ء میں اور پھر مئی 1974ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔

☆ 1974ء میں دونوں ملکوں کے معاشی تعلقات کو فروغ دینے کے لیے ایک مشترکہ وزارتی کمیشن بنا جس نے تجارت کی توسیع کے لیے سفارشیں پیش کیں۔

☆ امارات کی امداد سے پاکستان میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ اور کھاد کا کارخانہ ''پاک عرب کھاد فیکٹری'' (ملتان) قائم کیے گئے۔اس کے علاوہ مویشیوں کی پرورش کے لیے بھی فارم بنایا گیا۔

☆ اگست 1978ء میں باہمی تعاون شہری ہوابازی اور ٹیلی کمیونیکیشن میں بھی ہوا۔پی آئی اے نے متحدہ عرب امارات ایئر لائنز کے لیے مطالعاتی سہولتیں مہیا کیں۔

☆ جنوری 1979ء میں صنعت اور تجارت کے شعبوں سے متعلق متحدہ امارات کے وفود نے پاکستان کا دورہ کیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف ایس اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

☆ صدر پاکستان نے 1980ء میں متحدہ امارات کا دورہ کیا۔ ان روابط سے باہمی تعلقات اور مستحکم ہوئے اور دونوں ملکوں کے سربراہوں کے وقتاً فوقتاً دورے اور اعلیٰ سطحی وفود کے تبادلوں کا یہ سلسلہ جدید دور میں بھی جاری ہے۔

☆ موجودہ دور میں زلزلے سے متاثرین کی بحالی میں ان ریاستوں نے اہم کردار ادا کیا۔

☆ 2005-06ء میں متحدہ عرب امارات نے ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے میں وسیع پیمانے پر سرمایہ کاری کی ہے اور مزید کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

سوال نمبر 17: ایران میں انقلاب کے اہم محرکات کیا تھے؟ اس کے سیاسی اور معاشی نتائج کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: ایران میں انقلاب کے بنیادی عناصر:

الف) عمومی حالت: ہمہ گیر اصلاحات کے باوجود ایران میں ایک خوشحال اور ترقی پسند معاشرے کی تعمیر سے متعلق شاہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

زرعی اصلاحات سے پیداوار میں اضافے کی بجائے بتدریج کمی ہوتی گئی اور 1978ء میں ملک کو 20 ارب روپیہ کی اجناس خوردنی درآمد کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ دیہی مزدور جن کی بڑی تعداد فارم بننے کے بعد زمینوں سے محروم ہو چکی تھی، شہروں میں منتقل ہونے لگی جہاں مزدوری دیہات کی نسبت پانچ گنا زیادہ تھی۔ مغربی طرز حیات کے فروغ سے اخلاقی بے راہ روی میں نمایاں اضافہ ہوا جس کو دور کرنے کے لیے حکومت کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ شراب نوشی، بے راہ روی، چور بازاری، رشوت ستانی اور دوسرے منفی سرگرمیوں کا بازار گرم تھا جس میں شاہی خاندان اور حکومتوں کا ہر چھوٹا بڑا اہل کار ملوث دکھائی دیتا تھا۔ عوامی احتجاج کے تمام راستے مسدود تھے کیونکہ اخبارات پر سنسر کی پابندی تھی اور شاہ کی خفیہ پولیس ساواک حکومت کی معمولی سی مخالفت یا تنقید پر پوری طاقت اور بربریت کے ساتھ حرکت میں آجاتی تھی۔

دیہی معیشت کی بدحالی: رضا شاہ کے دور حکومت میں صنعت کو تیزی سے ترقی دینے کے رجحان نے زراعت کو نقصان پہنچایا۔ ملک کی نصف سے زائد دیہی آبادی نے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور گھٹتی ہوئی آمدنی سے دل برداشتہ ہو کر شہروں کا رخ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے نہ صرف روائتی خاندانی یک جہتی کو نقصان پہنچا بلکہ کسانوں کے گاؤں ترک کرنے کی وجہ سے زرعی پیداوار بھی کم ہو گئی اور شہر میں وارد ہونے والے کسانوں کو بے روزگاری سے بھی چار ہونا پڑا۔ جس کی وجہ سے شہروں میں بے چینی پھیل گئی۔

شاہی خاندان کی ثروت: شاہی خاندان کے ہاتھوں میں دولت کے انبار لگ چکے تھے۔ وہ دولت سمیٹنے کی دوڑ میں بے شمار خفیہ اثاثوں کے مالک بن چکے تھے۔ جن میں بنک، ہوٹل، سیر و سیاحت کے مراکز شامل تھے۔ پہلوی فاؤنڈیشن کی وساطت سے ان اثاثوں کے بیرون ملک منتقلی نہایت آسان ہو گئی تھی۔ اکثر اقتصادی سکیموں پر عمل درآمد کرواتے وقت یہ افراد بہت بڑے پیمانے پر خرد برد اور غبن کے عادی ہو چکے تھے۔

تیل سے آمدنی میں اضافہ: تیل سے آمدنی میں اضافے کو بظاہر معاشی بدحالی کا سبب گرداننا عجیب سا معلوم ہو گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد جب تیل کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوا تو دولت لوٹ کھسوٹ کی دوڑ میں اور بھی تیزی آگئی۔ اس آمدنی سے صرف چار ہزار خاندانوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ نتیجتاً عوام نہ صرف اقتصادی پس ماندگی بلکہ احساس محرومی کا بھی شکار ہو گئے۔

مغربیت: ملک میں بلا سوچے سمجھے قومی روایات کو بالائے طاق رکھ کر قوم کے مزاج سے مطابقت نہ رکھنے والی مغربی اقدار کو اپنانے کے سلسلے میں زندگی کا ہر شعبہ بری طرح متاثر ہوا۔ اس کا عوام میں ردعمل ایک قدرتی امر تھا چنانچہ لوگوں میں ایسے نظام زندگی کی خواہش زور پکڑ گئی جو ان کی قدیم اعلیٰ قومی روایات کا آئینہ دار ہو۔ بے چین عوام، علماء، دانشور غرضیکہ ملک کا ہر طبقہ رضا شاہ پہلوی کی حکومت کو ایک قومی حکومت کی بجائے "غیر ملکی" حکومت قرار دے رہا تھا۔ ان کی سوچ کا انداز یہ تھا کہ مغربی استعماری طاقتیں، بالخصوص امریکہ ایران کی اقتصادی اور فوجی زندگی پر چھا چکا ہے۔ ملک میں ایک لاکھ کے قریب مغربی ماہرین کی موجودگی، جن میں پچاس ہزار امریکی تھے۔ اس بات کی دلالت سمجھی جاتی تھی۔ 1977ء میں شاہ کی حکومت کے خلاف عوامی تحریک نے شدت اختیار کر لی جس کے اہم عوامل درج ذیل ہیں۔

عوامی تحریک کے عناصر: ایران میں مذہبی راہنماؤں نے دینی اقدار کے تحفظ کے لیے غیر معمولی کردار انجام دیا ہے۔ شاہ کی جانب سے مغربی طرز حیات اور ملکی اداروں کی ترویج کی کوششوں سے روایتی قدروں کی نفی ہوتی تھی چنانچہ دینی طبقات نے مزاحمت کی۔ شاہ کے استبداد مغربی دنیا کی بڑھتی ہوئی اقتصادی اور اخلاقی یلغار کے خلاف علماء نے 1952-53ء اور 1962-63ء اور 1980-81ء میں نمایاں کردار انجام دیا۔ 1962-63ء میں آیت اللہ خمینی کی قیادت میں شاہ کی زرعی اصلاحات سے دینی اوقاف کی زمینیں بھی متاثر ہوئیں تھیں۔ امریکہ کی ملک میں بڑھتی ہوئی موجودگی کے خلاف ملک گیر تحریک علماء پیش پیش تھے اگرچہ اس تحریک کو شاہ نے سختی کے ساتھ کچل دیا اور آیت اللہ خمینی کو ملک بدر کر دیا لیکن موخر الذکر کی شاہ کی حکومت کے خلاف ٹیپ شدہ تقریریں ایران کے طول و عرض میں خفیہ ذرائع سے حاصل کر کے عوام میں شوق سے سنی جا رہی تھیں۔

ڈاکٹر مصدق کا قومی محاذ: قوم پرست ایران کے رہنما ڈاکٹر محمد مصدق کے کئی ایک ساتھی اور ہمنوا 1960-70ء کے عرصے میں دی گئی قید و بند کی تکلیفوں سے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، آئی سی ایس، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

آزاد ہو کر تعلیمی اداروں میں تدریسی مشاغل میں مصروف کار ہو گئے۔ طلبہ بالخصوص اور دوسرے تعلیم یافتہ لوگ بالعموم ڈاکٹر مصدق کی وزارت عظمیٰ 53-1952ء کے دوران اقتصادی پالیسیوں خاص طور پر تیل قومیانے کی پالیسی کو قدر منزلت سے دیکھتے تھے جس سے قوم کے دور خوشحالی کا آغاز ہوا تھا۔ جوں جوں ایران کے تیل کی قیمت بڑھنے سے مجموعی قومی دولت میں اضافہ ہوا' مصدق کے قومی محاذ سے وابستہ دانشور اور طلبہ دولت کی غیر مساوی تقسیم اور بیرونی قوموں کو دی جانے والی مراعات کی سرکاری پالیسیوں کی وجہ سے حکومت کے مخالف ہونے لگے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ انقلابی ایران کے پہلا وزیر اعظم مہدی بازگان بھی ڈاکٹر مصدق کے ساتھیوں میں سے تھا۔

تودہ پارٹی: شاہ پر ایک ناکام حملے کے الزام میں کمیونسٹ تودہ پارٹی اگر چہ 1949ء میں کالعدم قرار دی جا چکی تھی اور اس کے کئی سرکردہ لیڈروں کو یا تو پھانسی دے دی گئی تھی یا وہ ملک بدر کر دیے گئے تھے' تاہم ایران میں ان کے حمایتیوں کی کمی نہ تھی۔ مشرقی جرمنی' سویت یونین اور اس کے حلیف ممالک تودہ پارٹی کو شاہ کی حکومت کے خلاف لٹریچر چھاپنے کی سہولتیں فراہم کر رہے تھے۔ جن کی ملک میں تقسیم کا کام زیر زمین تودہ پارٹی کے ممبر سر انجام دے رہے تھے۔

تاجروں کی بے چینی: ایران میں تاجر طبقہ روایتی اقدار کی بحالی کا ہمنوا تھا اور حکومت کی غیر مذہبی اور مغرب نواز پالیسیوں کے خلاف عوامی بے چینی میں پیش پیش تھا۔ نیز یہ کہ وہ بھی ملک میں بڑھتی ہوئی دولت سے اپنی مالی حالت سدھارنا چاہتا تھا۔ حکومت کی طرف سے قیمتوں پر کنٹرول نافذ تھا۔ دکانداروں کی جانچ پڑتال کے لیے افسران مقرر کیے گئے جنھوں نے رشوت ستانی کا بازار گرم کر کے تاجروں کو سخت نالاں کر دیا تھا۔ 1975ء میں تقریباً 30 ہزار دکانداروں پر قیمتیں بڑھانے کے الزام میں مقدمہ چلا اور جرمانے کیے گئے۔ چنانچہ عوام اور مذہب کے نام پر شاہ کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں انھوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ ایران میں اقتصادی پھیلاؤ کی وجہ سے ان کے منافع میں زبردست اضافہ ہوا تھا۔ اس کا پانچواں حصہ ''یعنی خمس'' جو کہ تاجر روایتی طور پر مذہبی راہنماؤں اور اداروں کو دیتے تھے' کی مقدار میں بھی اس تناسب سے اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں شاہ کے خلاف تحریک کو دی جانے والی مالی امداد میں بھی قدرتی طور پر اضافہ ہو گیا۔

متفرق عناصر: شاہ کے مخالف مختلف سماجی عناصر کو مذہبی رہنماؤں کی قیادت میں جلد ہی مسجد و منبر کے ذریعے قومی مزاحمت کے لیے ایک پلیٹ فارم میسر آ گیا جس سے عوامی تحریک کو ابھرنے کا موقع مل گیا۔ مذہب سے بیگانہ بائیں بازو کے حامیوں نے بھی مشترکہ دشمن شاہ کے خلاف مذہبی رہنماؤں کا ساتھ دے کر تحریک کو مزید تقویت دی۔

وزارتی تبدیلیاں اور مارشل لاء کا نفاذ: حالات کو معمول پر لانے کی کوشش میں شاہ نے اگست 1978ء میں جمشید آموزگار کو وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہونے کا حکم دیا اور اس کی جگہ جعفر شریف امامی کو مقرر کیا۔ جس کے متعلق عام تاثر تھا کہ وہ مذہبی رہنماؤں سے قریب ہے چنانچہ شاہ کو توقع تھی کہ اس کے تقرر سے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے گی لیکن ایسا نہ ہو سکا اور حالات مزید خراب ہو گئے۔ چنانچہ جنرل اظہری کو جو شاہی افواج کے چیف آف سٹاف بھی تھے' وزیر اعظم کا عہدہ دے دیا گیا۔ 8 ستمبر 1978ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور جنرل غلام علی اویس کو جو اپنی سخت مزاجی کی وجہ سے بدنام تھا' تہران اور گرد و نواح کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ حکومت کی سخت گیر پالیسی کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے لوگ صبح آٹھ بجے سے پہلے تہران کے ژالہ اسکوائر میں جمع ہو گئے جن پر فوج نے اندھا دھند گولی چلا دی۔ اسی فائرنگ کے دوران ہزاروں آدمی' عورتیں اور بچے مارے گئے۔ پہلوی خاندان کی تاریخ میں یہ فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ فوج انقلابی قوتوں کو دبانے میں ناکام ہو چکی تھی اور باوجود مارشل لاء کے ملک گیر ہڑتالوں کا سلسلہ اور جلوسوں کا نکالا جانا اس امر کی دلیل تھی۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود حکومت تیل کے کارخانوں کے مزدوروں کو کام پر واپس لانے میں ناکام رہی۔

31 دسمبر کو جنرل اظہری نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ شاہ نے ڈاکٹر مصدق کے ایک پرانے رفیق کار شاہ پور بختیار جو حب الوطنی اور دیانتداری کی وجہ سے عوام میں مقبول خیال کیا جاتا تھا' کو وزیر اعظم مقرر کیا لیکن آیت اللہ خمینی نے اسے شاہ کا چیلہ گردانا اور استعفیٰ دینے کی ہدایت کی۔

نتائج

قم اور دوسرے شہروں میں فسادات: 19 دسمبر 1977ء میں شاہ کے وزیر اطلاعات ہمایوں داریوش نے آیت اللہ خمینی کے خلاف ایک مقالہ روزنامہ اطلاعات میں چھپوایا۔ اس پر قم میں زبردست احتجاج ہوا جس کے دوران پولیس تشدد پر اتر آئی اور بہت سے مظاہرین زخمی ہوئے اور مارے بھی گئے۔ قم کے مذہبی مرکز میں فسادات انقلاب کے خونیں دور کا آغاز ہو گیا۔ قم کے خونیں ہنگاموں کے چالیسویں روز کے موقع پر ملک کے تیسرے بڑے شہر تبریز میں ہنگامے شروع ہو گئے جن میں بہت سے لوگ جان بحق ہو گئے۔ ایران میں ہر چہلم پر خون آشام مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ان ہنگاموں کے ساتھ ایران کو دو اور آفات کا سامنا کرنا پڑا۔ آبادان شہر کے ریکس نامی سینما ہاؤس میں آگ لگ گئی جس کے نتیجے میں چار سو سے زائد افراد جاں بحق ہو گئے۔ بعض حلقوں نے اس آتشزدگی کے واقعہ کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا۔ اس کے بعد خراسان کے صوبے طباس میں زلزلہ آیا جس میں وسیع جانی و مالی نقصان ہوا۔ آفت زدگان کو بروقت امداد بہم پہنچانے میں انقلاب پسند گروہ حکومت پر سبقت لے گیا۔ اس سے حکومت کی ساکھ کو مزید نقصان پہنچا۔

امام خمینی کی وطن واپسی اور انقلاب کی کامیاب

1 16 جنوری 1979ء کو شاہ ایران نے وطن ترک کر دیا اور دو ہفتے بعد یکم فروری 1979ء کو آیت اللہ خمینی پیرس سے تہران واپس آ گئے۔ تہران پہنچنے پر آیت اللہ خمینی کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ آیت اللہ نے 14 فروری 1979ء کو مہدی بازرگان کو عبوری کا وزیر اعظم مقرر کیا۔

0345 5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

2 10 فروری 1979ء کو تہران کے نواح میں ہوائی مرکز میں فضائیہ کے نوجوانوں میں شاہ کے خلاف ہنگامہ شروع ہوگیا جس نے سنگین نوعیت اختیار کرلی۔ فضائی چھاؤنی کے نوجوان تکنیکی ماہرین (Hamoars) نے مرکز کے اسلحہ خانہ پر ہلہ بول دیا اور اسلحہ نکال کر انقلابیوں سے جا ملے۔ اگلے روز فوجی جرنیلوں نے اعلان کردیا کہ وہ عوام کے ساتھ ہیں اگرچہ اس اعلان سے عوام کچھ مطمئن ہوگئے لیکن بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے فدائین نے اس اعلان کو کوئی اہمیت نہ دی اور فوجی مراکز پر حملے کرکے اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا اور قیدیوں کو بھی آزاد کردیا۔ مسلح افواج کے افراد ان حملوں سے تتر بتر ہونے لگے۔

سوال نمبر 18: درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(1) عراق میں صدر صدام حسین کا دور حکومت (2) شمالی یمن کے سیاسی حالات

جواب: (1) عراق میں صدر صدام حسین کا دور حکومت: 1978ء میں صدر احمد حسن البکر کو اقتدار سے ہٹا کر صدام حسین برسر اقتدار آئے۔ صدر صدام حسین نے عوام کی فلاح اور ملکی ترقی کے لیے کئی اہم اقدامات کیے۔ جس کی وجہ سے انہیں عوام سطح پر خاصی پذیرائی ملی۔ صدر صدام نے 1970ء کے عشرے کی تیل سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ملک کی پرانی عمارتوں کی تعمیر نو اور شہروں میں ترقیاتی منصوبوں کو سرعت سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ قدیم تاریخی شہر بابل جو کہ صحرا میں تبدیل ہوچکا تھا، کی جدید تعمیر کے لیے بھی اقدامات بروئے کار لائے گئے۔ فروری 1980ء میں صدام حسین نے خلیج کو امریکی اثرات سے محفوظ کرنے اور عرب دنیا میں باہمی اختلافات کے خاتمے کے لیے ''آٹھ نکاتی عرب چارٹر'' پیش کیا جسے مسلم دنیا میں سراہا گیا۔

ایران عراق جنگ: 1979ء کے ایرانی انقلاب کے بعد اسی سال ایران کی نئی حکومت اور عراق میں اختلافات نے شدت اختیار کرلی۔ جس کے نتیجے میں 1980ء میں ''شط العرب'' کے مسئلے پر دونوں ملکوں کے تنازعہ سے خطرناک صورتحال پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ ستمبر 1980ء میں عراق ایران جنگ کا آغاز ہوگیا۔ جس کا اختتام جولائی 1988ء میں ہوا۔ اس جنگ کے دوران یورپ اور امریکہ نے عراق کا ساتھ دیا۔ اور بھاری اسلحہ بھی فراہم کیا۔ اس بلا جواز جنگ نے عراق اور ایران کے ملکی وسائل کو برباد کرکے رکھ دیا۔ عراق کو اس جنگ سے 150 ارب ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا جبکہ 10 لاکھ عراقی جان کی بازی ہار گئے۔

کویت پر حملہ: جنگ نے عراقی معیشت پر تباہ کن اثرات مرتب کیے۔ عراق اس جنگ میں کویت کا 14 ارب ڈالر کا مقروض ہوگیا۔ کویت کے قرض کی واپسی پر صدام حسین نے مشتعل ہوکر اگست 1990ء کو حملہ کرکے کویت پر قبضہ کرلیا اور کویت کو عراق کا حصہ قرار دیتے ہوئے مستقلاً اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا اعلان کردیا۔ جس سے موقع پا کر امریکی، برطانوی اور فرانسیسی افواج خلیج فارس کے ساحل پر پہنچ گئیں اور بالآخر جنوری 1991ء کو نیٹو کے جنگی جہازوں نے عراق پر بے تحاشا بمباری شروع کردی۔ بعد ازاں امریکہ عراق کے خلاف براہ راست جنگ میں ملوث ہوگیا اور اس نے عراق کے خلاف اپنی جنگ کو ''آپریشن ڈیزرٹ سٹارم'' کا نام دیا۔ فروری 1991ء میں عراق نے جنگ بندی قبول کرتے ہوئے کویت سے اپنا قبضہ ختم کردیا۔ اس کے باوجود اتحادی افواج نے مارچ 1991ء میں عراقی علاقوں کو ''نو فلائی زون'' قرار دے دیا۔ خلیج کی اس جنگ میں دو لاکھ عراقی جاں بحق ہوئے۔

عراق کو جنگ بندی کے لیے امریکہ کی کڑی شرائط تسلیم کرنا پڑیں۔ جن کے مطابق عراق کو اپنے حیاتیاتی و کیمیائی ذخائر تلف کرنے اور تمام ایٹمی تنصیبات کی فہرست مہیا کرکے انہیں اقوام متحدہ کی نگرانی میں تلف کرنے جیسی سخت ترین شرائط شامل تھیں۔ علاوہ ازیں سلامتی کونسل نے عراق پر اقتصادی پابندیاں بھی فافذ کردیں۔ عراق نے ایٹمی ہتھیاروں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اقوام متحدہ کے اہل کاروں کے معائنہ کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔ لیکن امریکہ کے شدید دباؤ پر عراق نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو غیر مشروط طور پر تسلیم کرلیا اور کویت کی خودمختاری اور اس کی سرحدوں کو تسلیم کرلیا۔ 96-1995 میں عراق کو اقتصادی پابندیوں کی بدولت شدید اقتصادی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ 1997ء میں عراق اور اقوام متحدہ کے درمیان ہتھیاروں کے معائنے پر شدید اختلافات رونما ہوئے۔ کیونکہ عراق کا موقف یہ تھا کہ اس کے معائنہ کار و میں شامل امریکی اہل کار عراق کی جاسوسی کررہے تھے۔ جس کا بعد میں خود اقوام متحدہ نے اعتراف بھی کیا۔ اس پر 1998ء میں اقوام متحدہ کے اہل کار واپس چلے گئے۔ جس کے ردعمل میں ستمبر 2002ء کو عراق نے معائنہ کاروں کو غیر مشروط طور پر عراق آنے کی اجازت دے دی۔ عراق نے معائنہ کاروں سے مکمل تعاون کیا اور اپنے تمام ایٹمی ہتھیاروں کی فہرست بھی اقوام متحدہ کے حوالے کردی۔

عراق پر امریکہ کا قبضہ: 14 فروری 2003ء میں سلامتی کونسل کے اجلاس میں اقوام متحدہ کے چیف اسلحہ انسپکٹر ہینس بلیکس نے عراق سے متعلق اپنی رپورٹ پیش کی۔ جس میں بتایا گیا کہ عراق میں کسی قسم کے خطرناک ایٹمی اور کیمیائی ہتھیار دستیاب نہیں ہوئے۔ جس پر سلامتی کونسل نے عراق پر کسی بھی قسم کی لشکر کشی کو بلا جواز قرار دیا۔ اس واضح رپورٹ اور سلامتی کونسل کے فیصلے کے باوجود امریکہ نے عراق کے خلاف اپنے الزامات دہراتے ہوئے اس رپورٹ کو مسترد کردیا۔ اور عراق کے خلاف جنگی کارروائی کے لیے پر تولنا شروع کردیے لیکن سلامتی کونسل کے پندرہ ارکان نے اس ہنگامی اجلاس میں امریکہ کے کسی ایسے اقدام کی شدید مخالفت کی مگر امریکہ پر حملہ کرنے کے لیے باضد رہا جس کی تمام دنیا میں مخالفت کی گئی۔

اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں نے واضح کیا کہ عراق اقوام متحدہ کی قرارداد کی روشنی میں رضا کارانہ طور پر خود کو غیر مسلح کررہا ہے۔ انہوں نے سلامتی کونسل سے اپیل کی کہ عراق پر حملے سے قبل انہیں معائنے کے لیے مزید وقت دیا جائے۔ علاوہ ازیں 27 فروری کو چیف اسلحہ انسپکٹر نے اقوام متحدہ کے سربراہ کوفی عنان کو اپنی سہ ماہی رپورٹ بھی پیش کی جبکہ چین اور روس نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ امریکہ عراق پر حملے سے باز رہے لیکن امریکہ نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر کسی نے اقوام متحدہ میں حملے کے لیے امریکی قرارداد کی منظوری میں رکاوٹ پیدا کی تو امریکہ یو۔این۔او کو بھی نظر انداز کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ بالآخر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے ٹی ٹیسٹ ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختتامی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from
SolvedAssignmentsAiou.com
03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

20 مارچ 2003ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔عراق نے بے سروسامانی کے باوجود شدید مزاحمت کی اور اکیس روز تک امریکی فوجیں عراق میں داخل ہونے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔وحشیانہ بمباری، جدید میزائلوں کے تباہ کن حملوں اور ان گنت بے گناہ عراقیوں کی اموات کی تاب نہ لا کر 9 اپریل 2003ء کو صدر صدام حسین پسپائی اختیار کرتے ہوئے زیر زمین چلے گئے اور بغداد امریکیوں کے کنٹرول میں آ گیا۔جس کے بعد عراق کے دیگر علاقے بھی آہستہ آہستہ امریکہ کے قبضے میں آ گئے۔11 اپریل کو امریکی اور برطانوی فوجوں نے عراق میں تجارتی مراکز لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔موصول پر قبضہ کے بعد کرکوک میں بے شمار عراقی مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا گیا۔سرکاری خزانہ اور تجارتی مراکز لوٹ لیے گئے اور صدر صدام حسین کے آبائی قصبہ تکریت پر بدترین بمباری کی گئی۔امریکی جنرل جے گارنر اور بعد ازاں پامال بریمر عراقی گورننگ کونسل کے منتظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔اس کونسل کی قائم کردہ عبوری حکومت میں امریکہ کے حمایتی عراقی لیڈروں کو بھی شامل کیا گیا۔جولائی 2003ء میں صدر صدام حسین کے دونوں بیٹے لڑتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔دسمبر 2003ء میں صدام حسین کو امریکی فوجوں نے ان کے آبائی علاقے ''تکریت'' کے نواح سے گرفتار کر لیا۔لیکن صدام حسین کی گرفتاری سے امریکی مقاصد کی تکمیل ہونے کی بجائے عراق پر امریکی قبضے کے خلاف جاری تحریک مزاحمت میں کمی آنے کی بجائے تیزی آ گئی۔یہ امر اپنی جگہ پر حیران کن ہے کہ امریکہ نے عراق پر اپنے حملے کا جواز عراق میں ایٹمی و کیمیائی ہتھیاروں کی موجودگی کو بنایا تھا۔لیکن اب جب کہ عراق پر امریکہ کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔اور امریکہ اپنے اس اعتراف کے باوجود کہ عراق سے کسی قسم کا تباہ کن اسلحہ برآمد نہ ہوسکا، امریکہ کا عراق پر قبضہ بدستور قائم ہے۔30 دسمبر 2006ء کو سابق عراقی صدر صدام حسین کو پھانسی دے دی گئی۔

(2) شمالی یمن کے سیاسی حالات: 17 فروری 1948ء کو حدیدہ کے سابق گورنر سید عبداللہ بن احمد العزیز 1 نے امام یحییٰ کے خلاف انقلاب برپا کیا اور اپنی امامت کا اعلان کر دیا اور اس کے ساتھ امام یحییٰ کے چھوٹے بیٹے امیر سیف الحق ابراہیم کو جو اپنے والد کی پالیسیوں سے متفق نہ تھا اور جس نے اپنی علیحدہ جماعت بنا رکھی تھی، وزیر اعظم مقرر کیا۔

۲۔ انقلاب کے چند دنوں بعد ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ولی عہد امیر سیف الاسلام احمد نے نئے حکمرانوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے حامیوں کو لے کر صنعا پر حملہ کر دیا۔ولی عہد بغاوت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۳۔ امام سیف الاسلام احمد نے اقتدار سنبھالنے کے ساتھ ہی ملک کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے کوششیں کیں۔ملک کی ترقی کے لیے غیر ملکی ماہرین کی مدد اور مشورے سے منصوبے بنائے گئے۔طلبہ کو غیر ممالک خاص طور پر مصر اور یورپی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بھیجا گیا غیر ممالک کے ساتھ تجارتی اور کاروباری معاہدے کیے گئے۔لیکن امام کی ان اصلاحات کو پوری قوم کی تائید حاصل نہ ہوسکی اور ملک اندرونی خلفشار کا شکار ہو گیا۔

۴۔ مارچ 1955ء میں امام کے مخالف لیڈروں نے غیر مطمئن فوجی یونٹوں کے ساتھ مل کر امام کو اپنے مطالبات پیش کیے اور امام کو مجبور کیا کہ وہ اپنے محل کو خالی کر کے قلعے میں پناہ لے۔دونوں فریقوں کے مابین مذہبی رہنماؤں نے مصالحت کرانے کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔اس کے برعکس مذہبی معززین کرام اور فوج کے درمیان 31 مارچ کو معاہدہ طے ہوگیا جس کی رو سے امام احمد کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا لیکن امام نے اقتدار کی بحالی کے لیے فوری اور موثر کوشش کی جو بار آور ثابت ہوئی۔

۵۔ 17 اپریل 1955ء کو امام احمد نے اپنے بیٹے البدر کو حکومت کا سربراہ مقرر کیا۔البدر نے برسر اقتدار آ کر بعض اہم اقدامات کیے۔اکتوبر 1955ء میں امریکہ کے ساتھ 30 سال کے لیے معاہدہ کیا۔معاہدے کی غرض وغایت یہ تھی کہ ملک یہ تیل دریافت کیا جائے۔یمن ترقیاتی کارپوریشن میں امریکی ماہرین پہلے سے موجود تھے۔چنانچہ معاہدے پر عمل درآمد کارپوریشن کے ذریعے ہوا اور کارپوریشن کو اختیار دیا گیا کہ ملک میں تیل کے ذخائر دریافت کر کے ان سے تیل حاصل کرے۔

☆ اس کے ساتھ کارپوریشن کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ ملک میں دوسرے معدنیات دریافت کرے۔

☆ 1956ء میں سویت یونین کے ساتھ بھی معاہدہ ہوا۔جس کے تحت سویت یونین نے صنعت کی ترویج، زرعی مشینری اور سڑکیں تعمیر کرنے کی مشینری سپلائی کرنا تھی۔1957ء میں روس کے ساتھ کیے گئے ایک معاہدے کی رو سے یمن نے روس سے چیکوسلواکیہ کے ذریعے اسلحہ بھی وصول کرنا شروع کر دیا۔

☆ البدر نے ناصر کی عرب اتحاد کی حمایت کی۔یکم فروری 1958ء کو جب مصر اور شام کے مابین اتحاد ہوا تو یمن نے اس کی تعریف کی اور دیگر عرب ریاستوں کو اس میں شامل ہونے کے لیے کہا اور 8 مارچ 1958ء کو خود بھی عرب اتحاد میں حتمی طور پر متحدہ عرب جمہوریہ کی فیڈریسن میں شمولیت کا اعلان کیا۔اس طرح یمن کا وفاقی اتحاد مصر کے ساتھ ہو گیا۔اس اتحاد سے یمن کو مصر کے فنی ماہرین کی امداد حاصل ہوگئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چین اور روس کے ماہرین سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

سوال نمبر 19: شاہ فیصل کے دور حکومت کے اہم نکات کا تنقیدی جائزہ لیں نیز سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات کا جائزہ لیں۔

جواب: شاہ فیصل کا دور حکومت اور اہم واقعات: 1958ء میں ملک شدید بحران کا شکار ہو گیا۔بادشاہ نے صورت حال سے نمٹنے کے لیے بھرپور کوشش کی لیکن نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔نتیجتاً شہزادہ فیصل کو حکومتی اختیارات سنبھالنے کی اجازت دے دی گئی۔مگر اسی دوران شاہ سعود بیمار ہو گئے۔آخر شاہ سعود کے شفایاب ہونے کی امید باقی نہ رہی 2 نومبر 1964ء کو علماء کے فتوے کے پیش نظر وزارتی کونسل نے شاہ فیصل کو سعودی عرب کا مستقل بادشاہ بنا دیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اساتذہ ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

شاہ فیصل نے ابتدائی دورِ حکومت میں اپنے ملک کو بڑی طاقتوں کی کشمکش سے بچائے رکھا۔ اگرچہ ان کی پالیسی کا رجحان بھی مغرب اور امریکہ کی طرف ہی برقرار رہا لیکن ان ممالک کے ساتھ مل کر کسی معاہدے میں شرکت نہ کی۔ تاہم دوطرفہ بنیادوں پر ان ممالک کے ساتھ ترقیاتی معاہدے ہوئے۔ 1964ء اور 1976ء کے دوران اسلامی دنیا کو بہت سے نئے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا جس میں شاہ فیصل نے بڑی طاقتوں کی پرواہ کیے بغیر اسلامی مفاد، اتحاد اور یک جہتی کے لیے کھل کر حصہ لیا اور اسرائیل کے خلاف اپنی پالیسیوں کو مزید واضح کیا۔

برطانیہ اور امریکہ کے فراہم کردہ ہتھیاروں کے بل بوتے پر اسرائیل نے جون 1967ء میں بیک وقت مصر، شام اور اردن کے خلاف جنگ کر کے کافی علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ شاہ فیصل نے اس موقع پر اسرائیل کی بھرپور مزمت کی اور ان ممالک کو اسرائیل کے خلاف مالی امداد دی۔ اسرائیل نے عرب ممالک کے جو علاقے قبضہ کر لیے تھے ان کی بازیابی کے لیے اقوام متحدہ کی کوششوں کا ساتھ دیا۔ اس مقصد کے لیے اگرچہ اقوام متحدہ نے کئی قراردادیں بھی پاس کیں لیکن اسرائیل کی ہٹ دھرمی کی بناء پر کچھ نہ ہوسکا۔ 28 ستمبر 1970ء کو مصر کے صدر کے انتقال کے بعد شاہ فیصل عرب اور اسلامی دنیا کی موثر شخصیت کے طور پر ابھرے 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران شاہ فیصل نے عربوں کی مزید کھل کر حمایت کی جس کے نتیجے میں عرب ممالک اپنے علاقوں میں سے کچھ علاقے واپس لینے میں کامیاب ہوگئے۔ شاہ فیصل نے دیگر تیل فراہم کرنے والے ممالک کے ساتھ مل کر تیل کی سپلائی بند کردی جو اسرائیل کی مدد کررہے تھے۔ اس سے یورپی اقوام پر گہرا اثر پڑا اور جلد ہی جنگ بند ہوگئی۔ اس کے نتائج عربوں کے لیے بہتر برآمد ہوئے۔ اس سے یورپی عوام نے پہلی بار محسوس کیا کہ اسرائیل کے بارے میں عربوں کے مؤقف کی کیا اہمیت ہے۔ تیل کے ہتھیار سے شاہ فیصل کی شخصیت مزید مقبول ہوگئی۔

دنیا کے مسلم ممالک میں اتحاد کو فروغ دینے کے لیے شاہ فیصل نے خاص توجہ دی۔ 1969ء میں جب مسجد اقصیٰ میں یہودیوں کی سازش کے تحت آگ لگ جانے کی بناء پر رباط میں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں سعودی عرب نے اہم کردار ادا کیا۔

☆ 1972ء میں جدہ میں مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہوئی۔

☆ آپ ہی کی کوششوں اور تعاون سے لاہور میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی دوسری کانفرنس 1974ء میں منعقد ہوئی۔

☆ 1967ء کی جنگ کا سب سے گہرا اثر مصر پر پڑا۔ مصر کی معاشی حالت بہتر کرنے کے لیے شاہ فیصل نے مصری حکومت کو کثیر تعداد میں قرض دیا۔

شاہ فیصل نے زندگی بھر عالمی امن اور اتحاد کے لیے کوششیں کیں اور یہ بھی کوشش کی عرب اسرائیل تنازعہ پرامن طور پر حل ہو۔ اس کے ساتھ اسلامی اتحاد میں آپ کی کوششوں سے دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔ 1975ء میں شاہ فیصل کو قتل کردیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا دور ختم ہوگیا۔

پاک سعودیہ تعلقات: معاشی لحاظ سے تیل کی دولت سے مالا مال سعودی عرب کا عالمی سطح پر جو مقام ہے اسے پوری دنیا ہی تسلیم کرتی ہے مگر دوسری جانب مذہبی اطوار سے حرمین شریفین کی وجہ سے سعودی عرب پوری دنیا کے مسلمانوں کا دینی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ پاک سعودیہ تعلقات اگرچہ ابتدا سے ہی خوشگوار رہے ہیں مگر پاکستان کے قیام کے ابتدائی دور سے لیکر اب تک سعودی عربیہ نے پاکستان کی سفارتی اور اقتصادی سطح پر جس انداز میں مدد کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پاکستان اور سعودیہ عربیہ کے دیرینہ اور گہرے تعلقات میں دونوں ممالک کے درمیان اسلامی عقیدت کا بہت بڑا کردار ہے، یہی وجہ ہے کہ عالمی اور علاقائی سیاست میں تبدیلیوں کے باوجود پاکستان اور سعودی عربیہ کا رشتہ ہمیشہ مضبوط اور مستحکم رہا ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب میں دوستی کا پہلا معاہدہ شاہ ابن سعود کے زمانے میں 1951ء میں ہوا تھا۔ شاہ فیصل کے دور میں ان تعلقات کو بہت فروغ ملا۔ سعودی عرب ان چند ممالک میں ہے جنہوں نے سرکاری سطح پر مسئلہ کشمیر میں پاکستان کے موقف کی کھل کر تائید کی۔ ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں سعودی عرب نے پاکستان کی بڑے پیمانے پر مدد کی۔ اپریل 1966ء میں شاہ فیصل نے پہلی مرتبہ پاکستان کا دورہ کیا اور اس موقع پر اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد کے سارے اخراجات خود اٹھانے کا اعلان کیا۔ یہ مسجد آج شاہ فیصل مسجد کے نام سے دنیا بھر میں جانی جاتی ہے۔

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ایک بڑے شہر لائل پور کا نام انہی کے نام پر فیصل آباد رکھا گیا جبکہ کراچی کی سب سے بڑی شاہراہ انہی کے نام پر شاہراہ فیصل کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ کراچی کے جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے قریب ایک بہت بڑی آبادی شاہ فیصل کالونی کہلاتی ہے اور اسی کی نسبت سے کراچی کے ایک ٹاؤن کا نام شاہ فیصل ٹاؤن ہے۔

1967ء میں سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان فوجی تعاون کا معاہدہ ہوا جس کے تحت سعودی عرب کی بری، بحری اور فضائی افواج کی تربیت کا کام پاکستان کو سونپ دیا گیا۔ اپریل 1968ء میں سعودی عرب سے تمام برطانوی ہوا بازوں اور فنی ماہرین کو رخصت کردیا گیا اور ان کی جگہ پاکستانی ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی پر شاہ فیصل کو بہت رنج ہوا اور انہوں نے پاکستان کی جانب سے تسلیم کرنے کے بعد بھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کیا۔ مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہونے کے فوراً بعد سعودیہ عربیہ نے اپنے مثبت کردار سے پاکستان میں قومی اتحاد کی بحالی میں بہت اہم کردار ادا کیا، اس موقع پر سعودی عربیہ نے پاکستان میں نہ صرف سرمایہ کاری کی بلکہ عوامی فلاح کے کئی بڑے منصوبے برادرانہ محبت کی بنیاد پر شروع کیے۔ تعلقات کا یہ سلسلہ اسی زمانے سے ایک تسلسل کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ پاکستان کے عوام ان کو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شاہ فیصل کے دورِ حکومت میں سعودی عرب نے 1973ء کے سیلاب میں مالی امداد فراہم کی اور دسمبر 1975ء میں سوات کے زلزلہ زدگان کی تعمیر و ترقی کے لیے بھی ایک کروڑ ڈالر کا عطیہ دیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس ،ایم فل ،پی ایچ ڈی ،ایف اے ،سمیسٹر ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

شاہ فہد نے 1998 میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان کو کئی سال تک مفت تیل فراہم کیا۔شاہ عبداللہ نے 2005 کے زلزلے اور 2010 کے سیلاب میں کسی بھی ملک سے زیادہ پاکستان کی مدد کی۔یہ ہی نہیں یہ سعودی عرب کی ہی حمایت تھی کہ انہوں نے اسلامی اتحاد کے فوجی سربراہ کے لیے پاکستانی جرنیل کا انتخاب کیا اور اس مقصد کے لیے جنرل (ر) راحیل شریف کا انتخاب کیا۔غرض کہ پاکستان میں جتنے بھی فرمانروا آئے ان سب نے پاکستان سے محبت کے لازوال رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کیا یہ ہی وجہ ہے کہ آنے والی نسلیں بھی دونوں ممالک کی دوستی کی وجہ سے مستفید ہو رہی ہیں کیونکہ دونوں ہی ممالک زندگی کے ہر محاذ پر ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔اس وقت اگر دیکھا جائے تو سعودی عربیہ میں لاکھوں پاکستانی ملازمت یا کاروبار کی صورت میں موجود ہیں اور وہاں کی حکومت اور عوام کے بھرپور تعاون کی بدولت ایک کامیاب زندگی گزار رہے ہیں،تقریباً 30 لاکھ پاکستانی سعودی عرب میں مزدور سے لیکر ڈاکٹرز اور انجینئرز کی نوکریاں کر رہے ہیں۔جبکہ کئی فلاحی اور اقتصادی منصوبے قائم کرنے کے باوجود سعودی عربیہ آج بھی پاکستان میں معاشی ترقی اور خوشحالی کے لیے گوادر بندرگاہ میں سرمایہ کاری کرنے کا سوچ رہا ہے۔بالکل اسی طرح ایک مذہبی رشتے کی بنیاد پر حج وعمرہ کے لیے جانے والے پاکستانیوں کا سلسلہ بھی نہایت ہی آرام دہ انداز میں چل رہا ہے اس ضمن میں سعودیہ کی ایمبیسی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر بھرپور تعاون بھی کرتی ہے،عمرہ کا سلسلہ تو سارا سال ہی جاری رہتا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ دونوں ہی ممالک کی جانب سے اس کام میں خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔یوں تو پوری دنیا میں ہی مسلمانوں کی اکثریت پائی جاتی ہے مگر پاکستان اس لحاظ سے وہ واحد ملک ہے جہاں سے سب سے زیادہ عمرہ زائرین سعودی عرب میں جاتے ہیں۔

اس بار گزشتہ سال 2016 میں ڈیڑھ ملین سے زیادہ پاکستانیوں نے عمرے کی سعادت حاصل کی جو کہ ایک ریکارڈ ہے اور دونوں ممالک کے قریبی تعلقات کی بہترین عکاسی کرنے کے مترادف ہے۔اور یہ ہی نہیں ہر آنے والا سال زائرین عمرہ کی تعداد میں اضافے کا ہی باعث بن رہا ہے،اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو پاک سعودی تعلقات میں دوستی کا پہلا معاہدہ شاہ ابن سعود کے زمانے میں ہوا تھا،اس کے علاوہ شاہ فیصل کے دور میں تو دونوں ممالک کی دوستی کو بہت ہی عروج حاصل ہوا،یہ وہ وقت تھا جب پاکستان میں سعودی عربیہ نے اقتصادی ومعاشی پروگراموں کا آغاز کیا بلکہ ان ہی دنوں میں سعودی عرب نے مسئلہ کشمیر کے حوالے سے بھی پاکستان کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا تھا اور اس مقصد کے لیے آج تک پاکستان کے ساتھ ہی کھڑا ہے۔دشمن چاہتا ہے کہ پاکستان اور سعودی عرب کے دیرینہ تعلقات کو کسی نہ کسی طرح سے پارہ پارہ کر دیا جائے مگر ایسا کرنا کسی بھی لحاظ سے آسان کام نہیں ہے۔ہم نے دیکھا کہ کس طرح ہمیشہ سے ہی پاکستان اور سعودی عربیہ یک جان دو قالب کے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے رہے اور کس طرح دونوں ممالک کی عوام کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں ایسے میں یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ پاک دونوں ہی ممالک کو اندرونی اور بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے۔آمین

سوال نمبر 20: 1965ء کی جنگ کے اسباب،واقعات اور نتائج بیان کریں۔

جواب: 1965 کی جنگ پس منظر: قیام پاکستان کے بعد پاکستان جیسی نئی اور نوزائیدہ مملکت کو کئی مسائل سے دوچار ہونا پڑا جن میں انتظامی مسائل ،آئینی مسائل،نہری پانی کے مسائل،مہاجرین کی آبادکاری کے مسائل اور کشمیر جیسے مسائل تھے۔اس کے ساتھ ہی بھارت نے کبھی بھی پاکستان کو کھلے دل سے تسلیم نہ کیا۔اور اس کی راہ میں ہر ممکن روڑے اٹکانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔بھارت پاکستان کو ہر طریقے سے نقصان پہنچانے پر کمربستہ رہا تھا۔لیکن یہ حقیقت سب سے زیادہ کھل کر 1965ء میں سامنے آئی۔جب اس نے اچانک پاکستان پر حملہ کر دیا تھا۔

اسباب: 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے اسباب درج ذیل تھے۔

1۔کھویا ہوا وقار بحال کرنا: بھارت 1962ء میں چین کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست اٹھا چکا تھا۔جس سے اس کا وقار خاک میں مل گیا تھا۔چنانچہ وہ اپنے خیال میں پاکستان جیسے نسبتاً چھوٹے ملک کو شکست دے کر اپنا وقار بحال کرنا چاہتا تھا۔لیکن اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

2۔بھارت پاکستان کا ازلی دشمن: بھارت نے شروع ہی سے پاکستان کی مخالفت کی اور اس کا ازلی دشمن رہا۔پاکستان کی راہ میں کانٹے بکھیرنے کے سلسلے میں اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔اور مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں اس نے خصوصی طور پر پاکستان کے لئے مسائل پیدا کیئے۔جو مہاجرین ہجرت کر کے پاکستان آرہے تھے۔ان پر ظلم وستم ڈھائے گئے۔اور ان سے ان کا مال اسباب چھین لیا گیا۔جو لوگ پاکستان آئے وہ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔

3۔فوجی جھڑپیں: سب سے پہلے مئی 1965ء میں رن کچھ کے علاقے میں کچھ فوجی جھڑپیں ہوئی جن میں بھارتی فوج کو شکست ہوئی۔اس پر بھارت نے کشمیر میں کارگل اور ٹیٹوال کی پاکستانی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔پاکستانی فوج نے جوابی کاروائی کر کے چھمب ،دیوا اور جوڑیاں پر یلغار کر کے ان علاقوں پر قبضہ جما لیا۔اس پسپائی سے بھارت کی حکومت بوکھلا گئی اور اس نے 5 اور 6 ستمبر کی رات کو لاہور پر حملہ کر دیا یوں دونوں ملکوں کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔پاکستانی افواج نے تعداد اور وسائل کی کمی کے باوجود بھارت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔لاہور کے محاذ پر مٹھی بھر سپاہیوں نے بھارتی فوج کو بی آر بی نہر پر روک دیا۔قصور کے محاذ پر پاکستانی فوج نے پیش قدمی کر کے بھارتی قصبہ کھیم کرن پر قبضہ کر لیا۔سیالکوٹ کے محاذ پر ٹینکوں کی خوفناک جنگ ہوئی۔جس میں بھارت کی ایک تہائی بکتر بند فوج تباہ ہوگئی۔

سندھ کے محاذ پر بھارتی پیش قدمی روک دی گئی اور پاکستانی فوج نے آگے بڑھ کر بھارتی ریلوے سٹیشن مناباؤ پر قبضہ کر لیا۔فضائی اور بحری جنگ میں بھی پاکستان کا پلہ بھاری رہا۔بھارت کے متعدد ہوائی اڈے اور دوارکا (کاٹھیاوار) کے بحری اڈے تباہ کر دیئے گئے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

چین کا بھارت کو الٹی میٹم: 17 ستمبر کو چین نے بھارت کو الٹی میٹم دیا کہ علاقے میں سرحدی قلعہ بندیاں مسمار کرے۔اس سے جنگ کے مزید پھیل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ طاقتوں نے اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر 23 ستمبر کو جنگ بند کرادی۔ تاہم سرحدوں پر کشیدگی جاری تھی۔اب روس کے وزیر اعظم کوسیجن نے صدر پاکستان ایوب خان اور وزیر اعظم لال بہادر شاستری کو تاشقند میں گفتگو کی دعوت دی۔ 10 جنوری کو 1966ء کو مشترکہ اعلان جاری ہوا۔جس کو اعلان تاشقند کہتے ہیں۔

معاہدہ تاشقند: جب پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں کے درمیان یہ طے پایا کہ وہ آپس میں باہمی گفت وشنید کریں گے۔آخروہ دن آ گیا اور باہمی گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ دونوں ملک اپنی فوجیں سابقہ سرحدوں پر واپس بلا لیں گے جنگی قیدی آزاد کئے جائیں گے اور سفارتی تعلقات بحال کئے جائیں گے۔

نتائج: پاک بھارت جنگ 1965ء اس لحاظ سے برصغیر پاک وہند کا اہم تاریخی واقعہ ہے کہ اس میں پاکستان نے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔لیکن یہ جنگ بے نتیجہ رہی۔اور اس سے دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی کے اصل محرکات ختم نہ ہو سکے۔مسئلہ کشمیر کا بھی کوئی حل نہ نکل سکا۔الٹا اعلان تاشقند سے عوام میں مایوسی پھیل گئی اور اعلان تاشقند کی وجہ سے پاکستان اور صدر ایوب خان کی مقبولیت بری طرح متاثر ہوئی۔اس کے ساتھ ہی اس کے طویل آمرانہ دور کے خلاف ردعمل شدید تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ 1968ء کے آخر میں طلباء کے مظاہرے شروع ہو گئے۔اور جلد ہی انہوں نے ملک گیر عوامی تحریک کی صورت اختیار کر لی۔صدر نے محسوس کیا کہ حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔تو اس نے مارچ 1969ء میں سیاسی جماعتوں کی گول میز کانفرنس طلب کی مگر اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ چنانچہ 25 مارچ کو ایوب خان نے فوج کے کمانڈر یحییٰ خان کے سپرد اقتدار کر دیا۔اور خود سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یحییٰ خان نے آئین کو منسوخ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔یوں قوم پھر اس مقام پر پہنچ گئی جہاں سے اس نے سفر کا آغاز کیا تھا۔

سوال نمبر 21: ذوالفقار علی بھٹو کے دور کے اہم نکات بیان کریں نیز اس کی خارجہ پالیسی کی وضاحت کریں۔

جواب: **ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت:** مشرقی پاکستان کے المیہ پر پاکستانی قوم کا غم وغصہ انتہا کو پہنچ گیا۔قومی جذبات اس قدر مشتعل ہو گئے کہ یحییٰ خان نے مجبور ہو کر صدارت کا عہدہ ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کر دیا اس لیے کہ وہ 1970ء کے عام انتخابات میں مغربی پاکستان میں کامیابی حاصل کرنے والی جماعت پیپلز پارٹی کے قائد تھے۔بھٹو نئے آئین کے نفاذ تک صدر مملکت رہے۔بعدازاں 1973ء کے آئین کے تحت انہوں نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔

انتظامی اقدامات: اس وقت ملک شدید قسم کے عسکری، مالی اور سیاسی بحران کا شکار تھا۔نئی حکومت نے کوشش کی کہ ایک طرف اندرونی طور پر انتظامی اقدامات کے ذریعے حالات کو بہتر بنایا جائے اور دوسری طرف غیر ملکی دوروں کے ذریعے عالمی برادری بالخصوص مسلم ممالک میں پاکستان کا وقار بحال کیا جائے۔

زرعی اصلاحات: انتظامی اقدامات کے سلسلے میں سب سے پہلے زرعی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ان کے تحت انفرادی ملکیت کی حد 500 ایکڑ نہری زمین سے گھٹا کر 150 ایکڑ کر دی گئی۔بارانی زمین کی حد 300 ایکڑ قرار دی گئی۔باغات، فارم اور شکار گاہیں اس حد سے مستثنیٰ نہ تھیں۔مقررین سے زائد زمین بلا معاوضہ بڑے زمینداروں سے لے لی گئی اور اسے مزارعین میں تقسیم کر دیا گیا۔

صنعتی اقدامات: صنعتی میدان میں سب سے اہم قدم دس بنیادی صنعتوں ملکیت میں لینا تھا۔ان میں لوہا، فولاد بھاری انجینئرنگ، موٹر گاڑیوں، ٹریکٹر بنانے، کیمیائی اشیاء، پٹرول کیمیکل، سیمنٹ، گیس، بجلی اور تیل صاف کرنے کی صنعتیں شامل تھیں۔اگلے سال بناسپتی گھی کی صنعت بھی قومی تحویل میں لے لی گئی۔ بعدازاں تمام بنک بھی قومی ملکیت میں آ گئے۔اسی طرح بیمہ کا کاروبار بھی حکومت نے سنبھال لیا۔ان اقدامات کا ایک نقصان یہ ہوا کہ نجی شعبہ میں سرمایہ کاری ختم ہو گئی جس سے ملک میں صنعتی ترقی کو نقصان پہنچا۔

لیبر پالیسی: نئی لیبر پالیسی تشکیل دی گئی جس کا مقصد مزدوروں کو بہتر شرائط کار فراہم کرنا تھا۔

تعلیمی اصلاحات: تعلیمی میدان میں سب سے اہم قدم نجی شعبہ کے سکولوں اور کالجوں کا قومیانا تھا۔چنانچہ پنجاب وسندھ میں 178 کالج اور 3700 کے قریب سکول قومی تحویل میں لے لیے گئے۔اس سے اساتذہ کی تنخواہوں اور شرائط ملازمت میں یکسانیت پیدا ہو گئی لیکن یہاں بھی یہ نقصان ہوا کہ نجی شعبہ میں نئے تعلیمی ادارے قائم ہونا بند ہو گئے۔جس سے تعلیم کی توسیع متاثر ہوئی۔تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے جو اقدامات کیے گئے ان میں سب سے نمایاں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا قیام تھا جس میں خط وکتابت ریڈیو، ٹیلی وژن، سیمینار وغیرہ کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔

1973ء کا آئین: یحییٰ خان نے برسر اقتدار آتے ہی آئین منسوخ کر دیا تھا۔نئے آئین کی تیاری ایک اہم قومی ضرورت تھی۔اس کام کیلئے قومی اسمبلی نے 24 ارکان پر مشتمل ایک آل پارٹیز کمیٹی قائم کی تا کہ وہ آئین کا مسودہ تیار کرے۔کمیٹی کا تیار کردہ مسودہ فروری 1973ء میں قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ آخر قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد 14 اگست 1973ء کو نئے آئین کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔

اس آئین کے اہم نکات یہ ہیں:

ا۔ یہ ایک اسلامی آئین ہے جس کے آغاز میں ہی خدا تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون منظور نہیں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آرڈر کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے پیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کیا جائے گا۔

۲۔ اس آئین میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا گیا جس میں اصل اختیارات وزیراعظم کے ہاتھ میں تھی۔وزیراعظم اور اس کے وزراء قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ تھے۔

۳۔ صدر مملکت کی حیثیت محض آئینی سربراہ کی تھی۔

۴۔ اس آئین کے تحت دو ایوانوں پر مشتمل مرکزی پارلیمنٹ قائم کی گئی۔ایوان بالا کو سینٹ کا نام دیا گیا اور ایوان زیریں قومی اسمبلی کہلاتی تھی۔اس کی معیاد پانچ سال تھی۔

۵۔ اس میں بنیادی حقوق کی تفصیل درج ہے اور ایسے رہنما اصول دیئے گئے ہیں جن کی روشنی میں حکومت ایسے اقدامت کرے گی کہ مسلمان اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

اسلامی سربراہی کانفرنس: 1974ء تک پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات کشیدہ تھے۔حکومت پاکستان نے بنگلہ دیش کے قیام کے بعد اعلان کر دیا تھا کہ جو ملک بنگلہ دیش کو تسلیم کرے گا۔پاکستان اس کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر لے گا۔مگر یہ پالیسی کامیاب نہ ہوگی اور ایک ایک کر کے دنیا کے اکثر ممالک اور اقوام متحدہ نے بنگلہ دیش کو ایک آزاد ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔1974ء میں جب لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تو کچھ مسلمان سربراہوں کی کوششوں سے دونوں ممالک کے اختلافات ختم کیے گئے۔چنانچہ مجیب الرحمٰن لاہور تشریف لائے اور ان کی آمد سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا۔

خارجہ حکمت عملی: حکومت بنگلہ دیش نے اور وہاں کے عوام نے پاکستانی عوام اور حکومت سے برادرانہ اور دوست تعلقات قائم کیے۔بنگلہ دیش نے اسلامی وزرائے خارجہ اور اسلمی سربراہ کانفرنس کے علاوہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں افغانستان کے سوال پر پاکستان کے موقف کی کھل کر حمایت کی۔اسی طرح پاکستان نے بنگلہ دیش کو مشکل حالات میں مالی امداد فراہم کی۔دونوں مسلم ممالک کے درمیان تجارتی تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔کئی تجارتی وفود کا تبادلہ ہو چکا ہے اور مفید تعاون کی نئی راہیں کھل رہی ہیں۔

سوال نمبر 22 جنوبی یمن کی جدید تاریخ کے اہم واقعات اور خارجہ پالیسی کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: جنوبی یمن: یہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی حصے میں واقع ہے اس کو عوامی جمہوریہ یمن کہتے ہیں اس کے جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔مغرب میں بحیرہ قلزم شمال مشرق میں عمان اور شمال میں سعودی عرب سے ملک کی سرحدیں ملتی ہیں۔

رقبہ: 1110,000 مربع میل **آبادی:** 18 لاکھ ہے

دارالحکومت: اسکا دارالحکومت عدن ہے۔

آب وہوا: ملک کی سطح مرتفع ہے۔مغرب میں کوہستان ہیں جو کہ 9000 فٹ بلند ہیں باقی حصہ میدان اور سطح مرتفع پر مشتمل ہے ملک کی آب وہوا گرم ہے۔بارش گرمیوں میں ہوتی ہے۔مغربی پہاڑوں پر 12 انچ بارش ہوتی ہے۔ملک کے باقی حصوں میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔

پسِ منظر: یہ علاقہ کئی صدیوں تک عدن عرب کی اسلامی سلطنتوں کا حصہ اور پھر بعد میں ترکی خلافت کا حصہ رہا۔

☆ ترکی کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور بحر ہند جانے کے لئے ایک محفوظ بندرگاہ کی ضرورت کی وجہ سے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے جنوری 1839ء میں عدن پر قبضہ کیا۔اسی طرح برصغیر جنوبی ایشیا کو جانے والے بحری جہازوں کے لیے یہ بندرگاہ کوئلہ اور دیگر سامان رسد بہم پہنچانے کا باعث بنی۔جگہ کی ضرورت کے تحت کمپنی نے اپنے علاقوں میں بعد میں توسیع کی۔

☆ 1849ء میں نہر سویز کے کھلنے کی وجہ سے عدن کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔مزید اضافہ بیسویں صدی میں عرب ممالک اور خلیج فارس کے علاقوں میں تیل کی دریافت سے ہوا۔

☆ 30 نومبر 1967ء میں ملک برطانوی کنٹرول سے آزاد ہو گیا۔

جدید دور: عدن میں آزادی کی تحریک بڑے عرصے سے چل رہی تھی۔برصغیر جنوبی ایشیا کو جب 1947ء میں آزادی ملی اور پاکستان اور بھارت دو مملکتیں وجود میں آئیں تو اس خطے میں برطانیہ کی پوزیشن کمزور پڑ گئی۔یمن کی اندرونی قوتوں کو تقویت ملی۔آزادی کی تحریک آہستہ آہستہ پھیلتی رہی۔انگریز اس علاقے کو آزادی نہیں دینا چاہتے تھے۔کیونکہ عرب ملکوں سے تیل کی محفوظ ترسیل کے لئے انہیں عدن کی بندرگاہ کی ضرورت تھی۔لیکن آزادی کی تحریک قدم بہ قدم آگے بڑھی۔''قومی آزادی کا محاذ'' (نیشنل لبریشن فرنٹ) ملک کی آزادی کی سب سے بڑی تنظیم تھی۔جس کا رہنما قحطان الشعبی تھا۔تنظیم کی سربراہی میں فوجی دستوں نے اگست اور نومبر 1967ء کے درمیانی عرصے میں جنوبی یمن کی سترہ ریاستوں کے وفاق پر قبضہ کر لیا۔ان کے حکمران ہٹا دیئے یا وہ بھاگ گئے۔محاذ کے مدمقابل ایک اور تنظیم فلاسی (فلازی) یعنی ''محاذ برائے آزادی مقبوضہ جنوبی یمن'' تھی۔جسے مصر کی حمایت حاصل تھی۔ملک میں خانہ جنگی کی حالت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پیدا ہوئی۔ آخر نومبر 1967ء میں مصری فلازی کی حمایت سے دستبردار ہو گیا اور قومی محاذ فوج کی حمایت سے اس قابل ہوا کہ پورے ملک پر اس کا کنٹرول قائم ہو گیا۔

''برطانوی فوج کا آخری دستہ 29 نومبر 1967ء کو عدن سے روانہ ہوا۔ اگلے روز جنوبی یمن کی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ بعد میں اسے عوامی جمہوریہ یمن قرار دیا گیا''۔ روسی اثر و رسوخ کی وجہ سے جنوبی یمن میں نظام معیشت کی بنیاد سوشلسٹ اصولوں پر رکھی گئی۔ 1970ء میں زرعی اصلاحات نافذ کی گئیں اور صنعت کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ ملک میں ایک پارٹی کی حکومت رہی لیکن مملکت اسلامی اصولوں پر استوار کی گئی اور 1975ء کے آئین میں مملکت کی اسلامی نوعیت اور حیثیت کو واضح کر دیا گیا۔

جنوبی یمن کی ستمبر 1972ء میں شمالی یمن سے جھڑپیں ہوئیں، عرب لیگ نے مداخلت کر کے صلح کرا دی اور دونوں ملکوں نے باہمی اتحاد کے لئے مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ لیکن یہ معاہدہ عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔

جون 1978ء میں شمالی یمن کے صدر کرنل احمد حسین ایک بم دھماکے میں جاں بحق ہوئے تو اس کا الزام جنوبی یمن پر عائد کیا گیا جس سے شمالی اور جنوبی یمن میں پھر لڑائی چھڑ گئی دوبارہ عرب لیگ ہی کی کوششوں سے 1979ء میں جنگ بندی ہوئی اور دونوں ملکوں نے پھر آپس میں اتحاد کے لئے اتفاق کر لیا۔ اس دفعہ عملی پیش رفت ہوئی۔ سپریم پیپلز کونسل کے صدر عبدالفتح اسمٰعیل ملک کے سربراہ ہیں ان کے نائب علی صدر محمد وزیر اعظم کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

جنوبی یمن کی خارجہ پالیسی:

☆ یورپی ملکوں اور متحدہ امریکہ کے ساتھ عوامی جمہوریہ کے اچھے تعلقات ہیں ان تعلقات میں تجارتی اور ثقافتی روابط شامل ہیں۔

☆ ملک میں تحریک آزادی کے دور سے روسی اثرات مرتب ہوتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے روس اور دوسرے سوشلسٹ ملکوں سے گہرے تجارتی اور ثقافتی تعلقات ہیں۔ روس ملک کی دفاعی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ بری، بحری اور فضائی افواج روسی اسلحہ سے لیس ہیں۔

☆ اسلامی ممالک کے ساتھ جمہوریہ کے اچھے اور برادرانہ تعلقات ہیں۔

☆ جمہوریہ، عرب لیگ اور اقوام متحدہ کا ممبر ہے۔

معیشت: ملک کی معیشت زرعی ہے۔ اگرچہ کل رقبے کا بہت کم حصہ 1% سے کم قابل کاشت ہے۔ کاشت کاری پر 75 فیصد آبادی کا انحصار ہے۔ زراعت اور ماہی گیری سے قومی آمدنی کا بیشتر حصہ حاصل ہوتا ہے۔

زراعت:

☆ کاشتکاری زرخیز وادیوں، سیلابی میدانوں اور خاص طور پر پہاڑوں کے اطراف پر چبوتروں پر ہوتی ہے۔

☆ گندم، کپاس، تمباکو، باجرہ، کھجور اہم اجناس ہیں۔ کپاس برآمد کی بڑی جنس ہے۔ تمباکو اور کھجوریں بھی برآمد کیے جاتے ہیں۔

☆ ملک میں جدید طرز کی زراعت کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔

☆ ساحلی علاقے میں ماہی گیری اہم پیشہ ہے۔ کپاس کے بعد مچھلی برآمد کی اہم جنس ہے۔

معدنیات اور صنعت:

☆ ملک کے پہاڑی علاقے میں سونا، تانبا، باکسائیٹ کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ البتہ کسی وجہ سے ذرائع آمد و رفت کی سہولت سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

☆ صنعتی لحاظ سے ملک پسماندہ ہے۔ عدن میں 1954ء میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ قائم کیا گیا جس میں درآمدی تیل صاف کیا جاتا ہے اس کے علاوہ پارچہ بافی اور مشروبات کے کارخانے ہیں۔ کشتیاں بھی تعمیر کی جاتی ہیں۔ ''عدن کی بندرگاہ ملکی معیشت کا ایک بڑا سہارا رہی ہے کیونکہ مشرق و مغرب کے درمیان سفر کرنیوالے جہاز اس بندرگاہ سے گزرتے ہیں۔ یہ بندرگاہ ہی شہر نہ صرف ملک میں بلکہ خطے میں تجارت کا اہم مرکز ہے''۔

پاکستان کے ساتھ تعلقات: عوامی جمہوریہ یمن کے پاکستان کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات ہیں۔

☆ دونوں اسلامی کانفرنس کے ممبر ہیں۔

☆ دونوں دنیائے اسلام کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں۔

☆ بہت سے عالمی معاملات میں دونوں کے نقطہ نظر میں یکسانیت ہے۔

☆ دونوں میں تجارتی اور ثقافتی روابط ہیں۔

شمالی اور جنوبی یمن میں اتحاد: 1980ء میں دونوں ملکوں (شمالی اور جنوبی یمن) میں بہتر تعلقات قائم ہو گئے۔ 1972 اور 1979 کی سرد جنگوں کا اختتام یمن کے باہمی اشتراک کے معاہدوں پر ہوا۔ اگرچہ یہ معاہدے جلد ہی ٹوٹ جاتے۔ 1980ء کے دوران انتظامی اور معاشی تعاون جیسے اہم معاملات میں باہمی تعاون سے کام لیا گیا۔ دسمبر 1989ء میں دونوں ملکوں کے درمیان مذاکرات ہوئے جس میں دونوں ممالک کے اتحاد کے معاہدے کو آخری شکل دے دی گئی۔ دونوں ملکوں کے اشتراک کا مسودہ آئین شائع کیا گیا اور جنوری 1990ء میں دونوں ملکوں کی سرحدیں دونوں اطراف کے شہریوں کی آزادانہ نقل و حرکت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے لیے کھول دی گئیں۔مئی 1990ء میں دونوں ملک باقاعدہ طور پر متحد ہو گئے اور ملک کا نام ریپبلک آف یمن رکھا گیا۔صنعاء ملک کا دارالحکومت اور علی عبداللہ صالح صدر مملکت قرار پائے جس کے ایک سال بعد مئی 1991ء میں ملک کا جدید آئین منظور کر لیا گیا۔مقتدر قوتوں کی کشمکش اقتدار کے نتیجے میں اپریل 1994ء میں خانہ جنگی نے پھر سر اٹھایا اور جنوبی یمن نے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔جولائی 1994ء میں شمالی یمن کی فوج نے جنوبی یمن کی فوج کو شکست سے دوچار کر کے خانہ جنگی کا مستقلاً خاتمہ کر دیا۔اکتوبر 1994ء میں علی عبداللہ صالح متحدہ یمن کے صدر منتخب ہو گئے اور مئی 1998ء میں صدر صالح نے عبدالعلی الرحمٰن کو ملک کا وزیر اعظم مقرر کیا اس کے بعد یمن ایک اسلامی سلطنت بن گیا اس کے بعد اکتوبر 2000ء کے بعد جمہوریہ یمن میں امریکہ کی بے جا مداخلت اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کئی اقدامات اٹھائے اور ابھی بھی حکومت کے خلاف چھوٹی چھوٹی تحریکیں چلتی رہتی ہیں۔1994ء میں 1991ء کے آئین میں ترامیم کی گئیں جن کے مطابق صدر اور ایوان نمائندگان کا پانچ سال بعد براہ راست انتخاب ہوتا ہے۔جبکہ صدر، وزارتی کونسل کا تقرر کرتا ہے۔

سوال نمبر 23: انڈونیشیا کی جنگ آزادی کے محرکات بیان کریں نیز اس کے اہم واقعات اور اثرات کا جائزہ لیں۔

جواب: انڈونیشیا کی جنگ آزادی کی وجوہات:

پہلا دور

(الف) انگریزوں کا دخل: 1944ء کے آخر میں جب جاپان کی شکست کے آثار نظر آنے لگے تو ولندیزیوں نے مسٹر فان موک کو آسٹریلیا روانہ کیا تاکہ جنگ ختم ہوتے ہی انڈونیشیا کی حکومت دوبارہ سنبھال لے۔فان موک نے آسٹریلیا میں ولندیزی شرق الہند کی عارضی حکومت قائم کر لی۔1948ء میں انگریزی افواج انڈونیشیا میں داخل ہوئیں تو انگریزوں نے اعلان کیا کہ وہ انڈونیشیا میں دوبارہ جنگ نہیں لڑیں گے اور یہ کہ ولندیزی حکومت کو قومی لیڈروں سے گفت و شنید کر کے معاملہ طے کرنا چاہیے۔دوسری طرف ولندیزیوں کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ جمہوریہ انڈونیشیا جاپانیوں کی تخلیق ہے اور قومی حکومت دشمن کی قائم کردہ ایک کٹھ پتلی حکومت ہے۔

کچھ عرصہ بعد برطانیہ نے اپنی فوجیوں کے ساتھ ولندیزی فوجوں کو بھی انڈونیشیا میں اُتارنا شروع کیا۔اس سے جمہوریہ کے لیے خطرات پیدا ہو گئے۔چنانچہ محمد حتا نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ولندیزی افواج اُتارنے کا سلسلہ بند کیا جائے اور انڈونیشیا کی قومی حکومت کو تسلیم کیا جائے لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا ولندیزی سپاہیوں نے ملک میں انتقامی کارروائیوں اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس پر انڈونیشیا کے مسلح دستے انگریزی افواج سے متصادم ہو گئے۔جاوا۔سماترہ اور بالی میں شدید جھڑپیں ہوئیں۔سب سے اہم لڑائی سورابایا میں ہوئی جہاں حریت پسندوں نے انگریزی فوج کو شسکت دی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔

اس شکست نے برطانیہ کو اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور کر دیا۔اور مصالحت کی کوشش شروع ہوگئی۔انڈونیشی حکومت نے گفتگو شنید کے لیے شہریر کی قیادت میں ایک وفد تشکیل دیا۔بالآخر مارچ 1947 میں ولندیزیوں اور قومی حکومت کے درمیان معاہدے پر دستخط ہو گئے، جو ''عہد نامہ لنگا جاتی'' کہلاتا ہے۔اس دوران میں انگریزی فوجیں ملک سے واپس چلی گئیں۔

(ب) عہد نامہ لنگا جاتی: اس کی رد سے ولندیزی حکومت نے جاوا اور سماترہ میں جمہوریہ انڈونیشیا کا اقتدار تسلیم کر لیا۔اس کے علاوہ طے پایا کہ ایک وفاق قائم کیا جائے گا جس میں تین ریاستیں ہوں گی۔(ا) جمہوری انڈونیشیا (۲) ریاست بورنیو (۳) مشرقی ریاست جس میں باقی ماندہ جزائر شامل ہوں گے اس وقت وفاق کی سربراہ ملکہ ہالینڈ ہوں گی۔

دوسرا دور:

(الف) ولندیزیوں کی مزاحمت: ولندیزی حکومت کا مقصد معاہدے پر عمل کرنا نہیں تھا بلکہ وہ صرف جنگی تیاری کے لیے مہلت چاہتی تھی چنانچہ معاہدے کی دفعات کی تشریح میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گئے۔آخر ولندیزی حکومت نے مئی 1947ء میں جمہوری حکومت کو الٹی میٹم دے دیا کہ وہ یا تو ولندیزی حکومت کی اطاعت کرے یا جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔

20 جولائی 1947ء کو ولندیزی افواج نے جمہوریہ کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔اور دو ہفتوں کے اندر جاوا کے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ جما لیا۔جمہوریہ کے سالاروں نے اندازہ کر لیا کہ کھلے میدان میں ولندیزیوں کی منظّم فوج کا مقابلہ مشکل ہے۔چنانچہ وہ اپنے نیم مسلح دستوں کو اندرونِ ملک پہاڑی علاقوں میں لے گئے اور گوریلا جنگ شروع کر دی۔تمام سیاسی جماعتیں متحد ہو کر میدان میں نکل آئیں۔ماشومی نے ایک زبردست عسکری تنظیم ''حزب اللہ'' کے نام سے قائم کی اور جنگِ آزادی میں سرفروشانہ حصہ لیا۔

اس جنگ سے عالمی رائے عامہ میں شدید ردعمل ہوا۔اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے فوری طور پر جنگ بندی کی قرارداد منظور کر لی۔چنانچہ 4 اور 5 اگست کی درمیانی رات کو جنگ بندی کر دی گئی۔تاہم ولندیزی اپنی فوجوں کو یکجا کرنے کے بہانے مزید علاقوں پر قبضہ کرتے رہے۔آخر ایک سہ رکنی مصالحتی کمیٹی، جس میں بیلجیم، آسٹریلیا اور امریکہ کے نمائندے شامل تھے، قائم کی گئی مگر اس کمیٹی کی بے عملی نے ہالینڈ کو مزید جارحیت کا موقع فراہم کیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بار پھر چھڑپیں شروع ہو گئیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

(ب) عہد نامہ رین ول: آخری مصالحتی کمیٹی نے دسمبر 1947ء میں ''رین ول Renville Agreement'' نامی ایک امریکی جہاز میں ولندیزی اور انڈونیشی وفود سے گفت و شنید کی اور جنوری 1948ء میں عہد نامے پر دستخط ہو گئے۔ اس کی رو سے طے پایا کہ جنگ بندی کے وقت جہاں فریقین موجود تھے، وہی خطہ وحد بندی قرار پائے گا۔ جمہوریہ کا قبضہ جاوا اور سماترہ کے چند غیر اہم حصوں تک محدود رہ گیا۔ وفاق کے قیام تک جمہوریہ نے ولندیزی اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیا۔ یہ بھی طے پایا کہ رائے شماری کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ جاوا، مادرو اور سماترہ کے مختلف حصے جمہوریہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا نہیں۔

تیسرا دور: عہد نامہ رین ول سے ملک میں انتہائی مایوسی پھیل گئی، اس پر طرہ یہ کہ ولندیزیوں نے اس معاہدے کی پرواکیے بغیر یک طرفہ کارروائیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے ملک کو پندرہ ریاستوں میں تقسیم کر کے عارضی وفاقی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس نازک مرحلے پر کمیونسٹوں کی شرانگیزی نے جمہوریہ کے لیے مزید مشکلات پیدا کر دیں۔ ستمبر 1948ء میں انہوں نے بغاوت کا پروگرام بنایا۔ ان کے حامی فوجی دستے نے بغاوت کر کے مادیون میں کئی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ تاہم قومی زعما کی اپیل پر عوام اور فوج نے باغیوں کو کچل دیا۔ باغیوں نے مزید دو ماہ تک گوریلا جنگ جاری رکھی۔ بالآخر 25 ہزار باغی گرفتار ہو گئے اور ولندیزی حکومت نے باغیوں کو گولی مار دی۔

دوسری طرف مصالحتی کمیٹی ولندیزیوں اور جمہوریہ میں اختلافات ختم کرانے میں ناکام رہی۔ یہاں تک کہ ولندیزیوں نے جمہوریہ کی ناکہ بندی کر دی اور آخر میں عہد نامہ رین ول منسوخ کر کے دسمبر 1948ء میں جمہوریہ پر پوری تیاری کے ساتھ حملہ کر دیا۔ حملہ اس شدت سے کیا گیا کہ چند دنوں میں جمہوریہ کے بڑے شہروں پر ولندیزیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سویکارنو، حتا شہریار اور دوسرے لیڈروں کو قیدی بنا لیا۔ مگر جمہوری فوجوں ماشومی پارٹی کی فوجی تنظیموں، رضا کار فوجی دستوں اور انڈونیشی عوام نے اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ جنگ کا رُخ بدلنے لگا۔ عوام نے ولندیزیوں کا مکمل معاشی مقابلہ شروع کر دیا۔ جس سے ان کا کاروبار تباہ ہونے لگا۔

ولندیزی جارحیت کے خلاف بین الاقوامی سیاست میں بھی شدید ردعمل ہوا۔ اقوام متحدہ نے جنگ بندی کے حق میں قراردادیں منظور کیں۔ شروع میں ولندیزیوں نے کوئی پرواہ نہ کی لیکن انڈونیشی مزاحمت کے پیش نظر وہ مجبور ہو گئے کہ مذاکرات دوبارہ شروع کر دیں۔ آخر انڈونیشی وفد کے قائد محمد روم اور ولندیزی وفد کے قائد فان رویال کے درمیان سمجھوتہ طے پایا جسے ''روم رویاں سمجھوتہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی رو سے جنگ بندی، جمہوریہ کی بحالی اور جنگ میں گول میز کانفرنس کا انعقاد طے پایا۔

سوال نمبر 24: درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

1۔ مالدیپ کے سیاسی حالات	2۔ صومالیہ
3۔ تنزانیہ	4۔ انڈونیشیا کے صدر سویکارنو کی خارجہ پالیسی

جواب: 1۔ مالدیپ کے سیاسی حالات: جمہوریہ مالدیپ سری لنکا کے شمال مغرب میں 400 میل کے فاصلے پر 1200 جزائر کا ایک مجموعہ ہے ان میں سے 199 جزائر میں آبادی موجود ہے۔ 1500 قبل مسیح سے اس علاقے میں انسانی زندگی کے آثار ملتے ہیں۔ مالدیپ کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور آبادی کی اکثریت سنی مسلمان ہے۔ مالدیپ کا کل رقبہ 300 مربع کل میٹر ہے۔ 2005ء کے ایک اندازے کے مطابق آبادی 3 لاکھ انسٹھ ہزار ہے۔ مالدیپ کا دارالحکومت مالے (Male) ہے۔ مالدیپ کی کرنسی روفیا ہے۔ مالدیپ کی سرکاری زبان ہے۔ جس پر عربی زبان کے اثرات زیادہ ہیں۔ مالدیپ کا موسم گرم مرطوب ہے۔ مالدیپ میں شرح خواندگی 97.29% ہے۔

جدید تاریخ: مالدیپ کا آئین یکم جنوری 1968ء میں بنا جس کی رو سے مالدیپ کو جمہوریہ قرار دیا گیا۔ صدر بیک وقت سربراہ مملکت بھی ہے اور سربراہ حکومت بھی۔ صدر کابینہ کا نامزد کرتا ہے صدر کو قانون ساز مجلس نامزد کرتی ہے جس کی تصدیق بعد میں قومی ریفرنڈم کے ذریعے کی جاتی ہے۔ صدر کا ریفرنڈم میں 51% ووٹ لینا ضروری ہے۔ صدر پانچ سال کے لئے منتخب ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ ایک ایوانی ہے۔ مجلس 50 ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جس میں سے 42 ارکان منتخب ہوتے ہیں اور 18 ارکان کو صدر نامزد کرتا ہے۔ مجلس کے ارکان 5 سال کے لئے چنے کرتے ہیں۔ مامون عبدالقیوم یکم نومبر 1978ء سے صدر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ وہ 17 اکتوبر 2003ء کو پھر صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے ریفرنڈم مین 90.3% ووٹ حاصل کیے۔ 1988ء میں مامون عبدالقیوم کے خلاف ہونے والی بغاوت کو بھارتی فوجوں کی مدد سے ختم کر دیا گیا۔ لیکن 2003ء سے گورنمنٹ کے خلاف ہونے والے مظاہروں میں سیاسی اصلاحات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس پر گورنمنٹ نے جون 2005ء میں سیاسی جماعتوں کو ملک میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ پہلی پارٹی تھی جس کا الیکشن کمیشن میں اندراج ہوا۔ یہ اپوزیشن پارٹی ہے جو گورنمنٹ کے خلاف مظاہروں کی قیادت کر رہی ہے۔ دوسری پارٹی ہے جو الیکشن کمیشن میں رجسٹر ہوئی یہ صدر مامون عبدالقیوم کی پارٹی ہے۔

قدرتی وسائل: مالدیپ کی معیشت کا دارومدار مچھلی کی صنعت پر ہے۔

صنعت: سیاحت مالدیپ کی سب سے بڑی انڈسٹری ہے جس سے مالدیپ کو 20% جی ڈی پی ملتا ہے۔ اور 60% زرمبادلہ ہے۔ گورنمنٹ کو 90%

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com
03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ٹیکس سیاحت سے متعلقہ ڈیوٹیوں اور سیاحت کے ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے۔دوسری ماہی گیری کی ہے حکومت ماہی گیری کی صنعت کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات کر رہی ہے۔ماہی گیری کی میں لازمی قرار دیا گیا ہے۔دوسری صنعتوں میں گارمنٹس، کشتی تیار کرنا، کشتی رانی اور دستکاری۔

زراعت: زراعت کا مالدیپ کی معیشت میں بہت کم کردار ہے جس کی بڑی وجہ کاشت کاری کے لئے موزوں زمین کا نہ ہونا ناریل، کیلا، آم، مرچ، آلو، پیاز کی پیداوار ہوتی ہے۔زراعت کا ڈی پی میں 6% حصہ ہے۔

درآمدات و برآمدات: درآمدات میں پٹرولیم کی مصنوعات، جہاز، کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑا وغیرہ شامل ہیں۔یہ اشیاء زیادہ تر سنگاپور متحدہ عرب امارت، ملائیشیاء اور تھائی لینڈ سے منگوائی جاتی ہیں۔اہم برآمدات مچھلی اور کپڑا شامل ہیں۔یہ اشیاء سری لنکا، جاپان اور برطانیہ کو برآمد کی جاتی ہیں۔

خارجہ پالیسی: میں مالدیپ اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔1985ء میں مالدیپ برطانوی دولت مشترکہ اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا مالدیپ غیر جانبدار ممالک کی تحریک کا ممبر بنا اور 1980ء میں سارک کا ممبر بنا۔مالدیپ کے 90 سے زائد سفارتی تعلقات ہیں۔اور یہ متعدد عالمی اداروں کا ممبر ہے۔ان میں ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، صنعتی ترقیاتی بینک، ایجنسی برائے عالمی ترقی وغیرہ شامل ہیں۔

مالدیپ نے عالمی مسائل پر ہمیشہ اصولی موقف اختیار کیا۔مالدیپ کے اگرچہ مصر سے دوستانہ تعلقات تھے مگر اس نے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ پر تنقید کی۔عراق کے ساتھ قریبی تعلقات کے باوجود 1981ء میں ایران کے خلاف ہونے والی فوجی کارروائی کی مذمت کی۔فلسطین کے مسئلے پر فلسطینیوں کی ہمیشہ اخلاقی اور مالی مدد کی۔کیمبوچیا اور افغانستان کے مسئلے پر مالدیپ نے فوجی کارروائی اور مداخلت کی مذمت کی اور فوجوں کے انخلاء کا مطالبہ کیا۔1990ء میں عراق کویت تنازعہ پر

مالدیپ نے صدام حسین سے اپیل کی کہ کویت کا خالی کیا جائے۔

بھارت اور سری لنکا سے تعلقات: جغرافیائی قربت کی وجہ سے مالدیپ کے بھارت اور سری لنکا سے قریبی تعلقات ہیں۔سارک تنظیم کی وجہ سے دوسرے ممالک کے ساتھ بھی مالدیپ کے تعلقات بہتر ہو رہے ہیں۔مالدیپ نے سارک ممالک کے ساتھ ان کے باہمی مسائل پر مبہم پالیسی اپنائی اور کوئی قطعی رائے دینے سے ہمیشہ گریز کیا۔کشمیر کے مسئلے پر مالدیپ کا موقف رہا ہے کہ دونوں ممالک باہمی گفتگو و شنید کے ذریعے مسئلے کے حل پر غور کریں۔

بھارت کے ساتھ مالدیپ کے قریبی تعلقات کی وجہ سے بھارت نے ہر میدان میں مالدیپ کی ہمیشہ مدد کی۔1974ء میں بھارت نے سٹیٹ بینک آف بھارت کی ایک برانچ مالدیپ کے دارالحکومت میل میں کھولی۔1975ء میں ایک ائر لائن نے دونوں ممالک کے درمیان کام کرنا شروع کر دیا۔1980ء میں مالدیپ اور بھارت کے درمیان تجارت کا معاہدہ ہوا۔صدر قیوم نے 1983ء میں نیودہلی کا دورہ کیا اور ایک ثقافتی معاہدے پر دستخط کیے۔فروری 1986ء میں بھارت نے مالدیپ کو 210 ملین کی امداد دی جس سے 200 بستروں کا ہسپتال تعمیر کیا۔بھارت نے 1988 کی فوجی بغاوت کے خاتمے میں بھی مالدیپ کی مدد کی۔

مالدیپ کے پاکستان کے ساتھ تعلقات: پاکستان کے ساتھ بھی مالدیپ کے قریبی تعلقات قائم ہو رہے ہیں۔جنوری 1983ء میں صدر قیوم نے پاکستان کا چھ روزہ دورہ کیا۔دوسری بار انہوں نے جنوری فروری 1984ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔نومبر 1981ء میں دونوں ممالک کے درمیان Air services کا معاہدہ ہوا۔ستمبر 1982ء میں ویزہ کے خاتمے کا معاہدہ ہوا۔نومبر 1983ء میں تعلیمی اور ثقافتی معاہدہ ہوا۔مالدیپ نے اپنا آئین بنانے کے لئے ایک پاکستانی قانون دان کی خدمات حاصل کیں۔1982ء میں پاکستان نے مالدیپ میں یونیورسٹی کے قیام کیلئے مدد دینے کا وعدہ کیا۔1982ء کے صدر کے دورہ کے بعد پاسکتان نے میل میں موجود پاکستانی سفارتی مشن کو مکمل سفارت خانے کا درجہ دے دیا۔صدر ضیاء الحق کے 15 دسمبر 1985ء کے دورہ مالدیپ کے بعد پاکستان نے مالدیپ کو بلا سود قرضہ دیا تا کہ وہ پاکستان سے چاول، آٹا، سیمنٹ، مشینری اور سٹیل کی مصنوعات درآمد کر سکے۔

2۔ صومالیہ: افریقہ کا ایک مسلم اکثریت والا ملک ہے۔نام کا مطلب دودھ سے بھرا ہوا پیالہ ہے۔صومالیہ کے شمال مغرب میں جبوتی، جنوب مغرب میں کینیا، شمال میں یمن، مشرق میں بحرِ ہند اور مغرب میں ایتھوپیا واقع ہیں۔پایۂ تخت موغادیشو ہے۔اقوام متحدہ نے 5 ستمبر 2011ء بروزِ پیر یہ انکشاف کیا ہے کہ 60 برس سے صومالیہ سخت قحط کا سامنا کر رہا ہے اور 40 لاکھ افراد فاقہ کے شکار ہیں۔سات ماہ قبل فاقہ زدوں کی تعداد 24 لاکھ تھی۔ہزاروں جان بحق ہو چکے۔اس میں بچّوں کی تعداد نصف کے قریب ہے۔ملک کے چھ خطوں میں کھانا ہی نہیں ملتا۔قحط کی سب سے بڑی وجہ سخت خشک سالی ہے۔

صومالیہ سرکاری طور پر اٹھارہ (18) انتظامی علاقوں (gobollada، واحد gobol) میں تقسیم ہے۔یہ علاقے ذیلی تقسیم کے طور پر نوے (90) اضلاع (جمع degmooyin) واحد degmo) میں منقسم ہیں۔

تاریخی پس منظر: 20 ویں صدی کے اوائل میں صومالیہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔اس کا ایک خطہ برطانیہ کے زیر انتظام تھا اور دوسرے حصے پر اٹلی کی حکومت تھی۔

1960 میں ان دونوں علاقوں کا انضمام ہو گیا اور صومالیہ ایک آزاد اور خودمختار ریاست بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ Aden Abdullah Osman Daar متحدہ جمہوریہ صومالیہ کے پہلے صدر بنے۔

آزاد ریاست کا قیام صومالی عوام کے لئے کوئی خوشخبری ثابت نہیں ہوا۔نئی حکومت کا استقبال سیاسی بحران اور پڑوسی ممالک کے ساتھ تنازعات نے کیا۔1969

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

03345504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میں ملک کے دوسرے صدر Abdi Rashid Ali Shermarke کو قتل کر دیا گیا اور Muhammad Siad Barre کی سربراہی میں فوجی حکومت برسر اقتدار آ گئی۔

1974-75 میں صومالیہ کو بدترین خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا، سینکڑوں افراد مارے گئے۔

1990 کی دہائی صومالیہ کے لئے اور بھی زیادہ بری خبریں لے کر آئی۔ سیاسی بحران مزید کشیدہ ہو گیا اور انسانی بحران پر قابو پانے کے امکانات معدوم ہو گئے۔

1991 میں فوجی حکمران Muhammad Siad Barre کی حکومت ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مقامی سرداروں Mohamed Farah Aideed اور Ali Mahdi Mohamed کے درمیان اقتدار کی جنگ چھڑ گئی۔ اس لڑائی میں ہزاروں شہری بھی مارے گئے۔ اس کے بعد صومالیہ میں باقاعدہ حکومت کی تشکیل کبھی ممکن نہیں ہوئی۔ اسی سال صومالیہ کے سابق برطانوی خطے صومالی لینڈ کو خودمختار ریاست قرار دے دیا گیا۔ تاہم عالمی برادری نے اسے تسلیم نہ کیا۔

1992 میں اقوام متحدہ کی امن فوج صومالیہ میں داخل ہوئی۔ امریکی فوجی بھی دارالحکومت موغادیشو پہنچے جن کے ساتھ ملیشیا کی لڑائی میں سینکڑوں شہری بھی مارے گئے۔ 1995 میں اقوام متحدہ کی امن فوج صومالیہ سے ناکام لوٹ گئی۔

2000 میں Abdulkassim Salat Hassan صومالیہ کے صدر بن گئے۔ Ali Khalif Gelayadh وزیر اعظم بنے۔ یہ عبوری حکومت تھی۔ تاہم اس کے ایک سال بعد ہی صومالی سرداروں نے چھ ماہ کے اندر اندر قومی حکومت تشکیل دینے کا اعلان کر دیا۔ 2004 میں مرکزی حکومت کی بحالی کی ایک اور کوشش کے نتیجے میں ملک میں نئے عبوری پارلیمان کا افتتاح ہوا اور عبداللہ یوسف ملک کے صدر بنے۔ صدارتی انتخابات کینیا میں ہوئے۔ اس کی وجہ صومالی دارالحکومت موغادیشو میں سلامتی کی صورت حال تھی۔ 2005 میں کینیا سے صومالی حکومت کی منتقلی کا عمل شروع ہوا۔ تاہم یہ تنازعہ برقرار رہا کہ ملکی پارلیمان کس جگہ بنایا جائے۔

2006 میں ملیشیا کے درمیان بدترین فسادات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دوران سینکڑوں شہری مارے گئے۔ اسی سال یونین آف اسلامک کورٹس کی حامی ملیشیا نے موغادیشو اور جنوب کے دیگر علاقوں کا کنٹرول سنبھال لیا۔ افریقی یونین اور عرب لیگ نے ایتھوپیا پر زور دیا کہ وہ صومالیہ سے اپنے فوجی نکال لے۔ تاہم سال کے آخر میں صومالی حکومت اور ایتھوپیا کی مشترکہ فوج نے موغادیشو کا کنٹرول واپس حاصل کر لیا۔ اب ایتھوپیا کی فوج صومالیہ چھوڑ رہی ہے جبکہ افریقی یونین کے امن مشن کے تحت یوگینڈا اور برونڈی کی فوجیں ملک میں آ رہی ہیں۔

صومالی قزاق: دوسری جانب ملک میں سیاسی عدم استحکام کے باعث قزاقوں کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ 2008 میں خلیج عدن اور صومالیہ کے قریب ب؟ حر ہند میں قزاقوں کی کارروائیوں میں اضافہ ہوا۔ وہ تاوان کی مد میں خطیر رقوم حاصل کر چکے ہیں۔ ابھی تک تقریباً ایک درجن سے زائد بحری جہاز ان قزاقوں کے قبضے میں ہیں جبکہ انہوں نے جہازوں کے عملے کو بھی یرغمال بنا رکھا ہے۔ عالمی برادری نے قزاقوں کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے ان کے خلاف آپریشن شروع کیا۔ جس میں تیزی نومبر 2008 میں اس وقت آئی جب قزاقوں نے سعودی تیل بردار جہاز StarSirius کو اغوا کر لیا۔ جہاز پر ایک سو ملین ڈالر مالیت کا دو ملین بیرل تیل لدا ہوا تھا۔ اب تک اغوا کیا جانے والا یہ سب سے بڑا بحری جہاز بدستور صومالی قزاقوں کے قبضے میں ہے۔

جرمن پارلیمان نے صومالیہ کے ساحلی علاقوں میں سرگرم قزاقوں پر قابو پانے کے لئے ایک جنگی بحری جہاز اور 1400 فوجی خلیج عدن بھیجنے کی منظوری دسمبر 2008 میں دی۔ جرمنی کا یہ بحری مشن قزاقوں کے خلاف یورپی یونین کے آپریشن ایٹالانٹا کا حصہ ہے۔ جرمن بحری دستے امریکی قیادت میں جاری "آپریشن اینڈیورنگ فریڈم" کے تحت قرن افریقہ میں بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس مشن کے تحت جرمن بحری جہاز کارلسروہے پہلے سے ہی خطے میں موجود تھا جو آپریشن ایٹالانٹا میں شامل ہو گیا۔

3۔ تنزانیہ: متحدہ جمہوریہ تنزانیہ کا رقبہ 364,900 مربع میل (945100 مربع کلومیٹر ہے)۔ ملک کے مشرق بحیرہ عرب، شمال میں کینیا اور یوگنڈا، مغرب سے کانگو اور جنوب میں ملاوی اور زیمبیا ہیں۔ آبادی 37,187,939 ہے۔ اس میں مسلمانوں کی اکثریت 65 فیصد ہے) دارالحکومت دارالسلام ہے۔ ملک کی سطح میدان، پہاڑ اور مرتفع کا مرکب ہے۔ افریقہ کا سب سے اونچا پہاڑ کلیمنجارو ہے جس کی بلندی تقریباً 19340 فٹ ہے۔

تاریخی جائزہ: بیسویں صدی میں یہ علاقہ جسے ٹانگانیکا کہتے تھے، جرمن نو آبادی بنا۔ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست کے بعد لیگ آف نیشنز نے ملک برطانوی تحلیل میں دے دیا اور اس طرح برطانوی نو آبادی بنا۔ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد ملک میں آزادی کی تحریک چلی۔ ملک کی سیاسی تنظیم ٹانگانیکا افریقہ نیشنل یونین (TANU) کے تحت عوام نے آزادی کیلئے جدوجہد کی۔ دسمبر 1961ء میں ملک آزاد ہوا۔ ایک سال بعد دسمبر 1962ء میں جمہوریہ بنا۔ ملک کے صدر مالیموجولیس نیریری بنے۔ اپریل 1964ء میں زنجبار کے جزیرے نے بادشاہت ختم ہونے کے بعد ٹانگانیکا سے اتحاد کیا اور نئی مملکت تنزانیہ کہلائی۔ 1965ء میں ملک کے نئے صدارتی طرز کا آئین بنایا گیا۔

معیشت: ملک زرعی ہے۔ بڑی فصلیں چاول، قہوہ، سانسل (ایک ریشہ) لونگ، کپاس، کیلا، مکئی اور جوار ہیں۔ مویشی کثرت پالے جاتے ہیں۔ ساحلی علاقوں میں ماہی گیری ہوتی ہے۔ معدنیات محدود ہیں۔ کوئلہ اور لوہے کے بھاری ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ یہاں ہیرے دستیاب ہیں اور کچھ سونا ملتا ہے صنعت

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میں موٹر گاڑیاں' تیل صاف کرنے کا کارخانہ' پارچہ بانی' المونیم' سیمنٹ قابل ذکر ہیں۔

4۔ انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو کی خارجہ پالیسی:

(الف) اساس: انڈونیشیا کو پانچ سال تک جنگِ آزادی لڑنا پڑی تھی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے رہنما ہالینڈ اور اس کے ساتھی مغربی ممالک سے شدید نفرت کرنے لگے۔سوکارنو ذاتی طور پر جاپان کے حامی اور مغربی ممالک کے مخالف تھے۔کمیونزم کے ساتھ انھیں شروع سے لگاؤ تھا چنانچہ وہ ہمیشہ بین الاقوامی معاملات میں کمیونسٹ بلاک کے طرف دار رہے۔انھیں انقلابی نعروں اور ہنگاموں سے بھی گہری دلچسپی تھی۔چنانچہ انھوں نے سامراج کی مخالفت اور انقلاب کی حمایت جیسے پرکشش نعروں کو اپنی خارجہ پالیسی کا اساس بنایا۔

(ب) باندوگ کانفرنس: سوئیکارنو نے ایشیا اور افریقہ کی اقوام کے مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کانفرنس بلانے کی تحریک دی جس کی تائید پاکستان، بھارت، برما اور سری لنکا نے کی۔چنانچہ اپریل 1955ء میں انڈونیشیا کے شہر باندوگ میں افروایشیائی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں 29 ممالک نے شرکت کی۔کانفرنس میں مغربی اقوام کے طرزِ عمل پر تنقید کی گئی۔نوآبادیاتی نظام اور سامراج کی مخالفت کی گئی اور آخر میں ایک دس نکاتی اعلان کیا گیا جس میں اقوام متحدہ کے بنیادی اصول اور پنچ شیلا شامل تھے۔اس کانفرنس سے سوئیکارنو کے وقار میں اضافہ ہوا لیکن اس کانفرنس سے جو توقعات وابستہ کی گئیں وہ پوری نہ ہو سکیں۔رکن ممالک میں اختلافات اس قدر بڑھ گئے کہ دوسری افروایشیائی کانفرنس جو 1965ء میں الجزائر میں منعقد ہونا تھی، ہمیشہ کے لئے معرضِ التوا میں ڈال دینی پڑی۔

(ج) اِیریاں کا مسئلہ:

(1) ہیگ کانفرنس میں اِیریاں (مغربی نیوگنی) کو ولندیزی تحویل میں رکھا گیا تھا اور فیصلہ کیا گیا تھا کہ دونوں ممالک باہمی گفت وشنید سے اس کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔چنانچہ دسمبر 1950ء میں اس مسئلے پر دوبارہ ہیگ میں دونوں ملکوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ہالینڈ چاہتا تھا کہ اس علاقے پر ولندیزی اقتدار برقرار رہے اور فی الحال دونوں ممالک کی مساوی نمائندگی کی بنیاد پر ایک کونسل قائم کردی جائے جو اِیریاں کا نظم ونسق سنبھال لیں۔مگر انڈونیشیا کا مطالبہ تھا کہ ہالینڈ چھ ماہ کے اندر یہ علاقہ خالی کردے چنانچہ ہیگ کانفرنس ناکام ہوگئی اور دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی بڑھنے لگی۔

(2) 1960ء میں پاپوا قبائل نے انڈونیشی حکومت کے خلاف بغاوت کی جو 1965ء تک جاری رہی۔ہالینڈ کی حکومت باغیوں کی حمایت کرتی تھی۔اس میں حالات اور زیادہ خراب ہوگئے اور انڈونیشیا نے اِیریاں سے بعض ولندیزی چوکیوں پر قبضہ کرکے اس کے وسیع علاقے زیرِ نگیں کر لیے چنانچہ دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کا خطرہ پیدا ہوگیا۔آخر اقوام متحدہ نے مداخلت کی اور ایک معاہدہ طے پایا۔اس کی رو سے یکم اکتوبر 1962ء کو ہالینڈ نے اِیریاں کا نظم ونسق اقوام متحدہ کے حوالے کردیا۔طے پایا کہ 1969ء سے قبل اقوام متحدہ کی نگرانی میں رائے شماری کرائی جائے گی تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ علاقہ مستقل طور پر انڈونیشیا کو دے دیا جائے یا اسے آزاد کیا جائے مگر سوکارنو نے سخت موقف اختیار کیا۔وہ اقوام متحدہ کے ابتدائی اختیارات کو تسلیم نہیں کرتے تھے لہٰذا تنازعہ جاری رہا۔آخر ان کے زوال کے بعد صدر سہارتو عہد میں 1969ء میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام رائے شماری کرائی گئی۔اکثریت کا فیصلہ انڈونیشیا میں شمولیت کے حق میں تھا چنانچہ اِیریاں کو انڈونیشیا میں شامل کردیا گیا۔

(د) ملائشیا کا تنازع:

(1) 1957ء میں ملایا نے برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کی۔اب سوال یہ پیدا ہوا کہ قریب کے دوسرے برطانوی مقبوضات یعنی سراواک (بورینو کی ایک ریاست)، صباح (شمالی بورنیو) بیرونی اور سنگاپور کا کیا کیا جائے؟ ملایا کا خیال تھا کہ سب علاقوں کو ملایا کے ساتھ ملا کر ایک وفاقی حکومت قائم کی جائے جس کا نام ملائشیا رکھ دیا جائے، مگر انڈونیشیا اور فلپائن نے اس کی شدید مخالفت کی۔فلپائن صباح کے علاقے پر اپنا دعویٰ رکھتا تھا۔

(2) اس تنازعے پر غور کرنے کے بعد 1963ء میں منیلا کے مقام پر انڈونیشیا، ملایا اور فلپائن کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہوئی۔اس میں طے پایا کہ ملائی نسل کی تینوں قوموں کو متحد کرکے ملایا، فلپائن اور انڈونیشیا کے کنفیڈریشن قائم کرنے پر غور کیا جائے جس کا نام ''مافل انڈو'' رکھا جائے۔نیز اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اطمینان کرلیں کہ بورینو کے باشندے تائید کرتے ہی ملائشیا قائم کردیا جائے۔بعد میں اسی سال اس مسئلہ پر منیلا میں تینوں ممالک کی سربراہ کانفرنس بھی منعقد ہوئی۔

(3) اب ملایا کی کوشش تھی کہ جلد از جلد رائے شماری کرائی جائے تاکہ ملائشیا کا قیام عمل میں آئے جبکہ سوئیکارنو تاخیری حربے استعمال کرنے لگے بہر حال رائے شماری کے بعد 16 ستمبر 1963ء کو ملائشیا قائم ہوگیا۔اس پر سوکارنو مشتعل ہوگئے اور انھوں نے ''ملائشیا کو کچل دو'' کی مہم شروع کی۔ان کا خیال تھا کہ سراواک اور صباح انڈونیشی بورینو کا حصہ ہیں۔انھوں نے علاقوں میں مسلح چھاتہ بردار اتارے اور اندرونی شورشوں کو ہوا دی۔

(4) جب اس بین الاقوامی تنازعہ نے شدت پکڑی تو جاپان نے مصالحت کرانے کی کوشش کی۔جون 1964ء میں انڈونیشیا، ملائشیا اور فلپائن کے سربراہوں کی کانفرنس ٹوکیو میں ہوئی۔مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔دوسری طرف انڈونیشی جارحیت جاری تھی اس لیے ستمبر میں ملائشیا نے مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کردیا۔اس دوران میں جنرل اسمبلی نے ملائشیا کو سلامتی کونسل کا رکن منتخب کرلیا۔اس پر سوکارنو اس قدر مشتعل ہوئے کہ انھوں نے جنوری 1965ء میں انڈونیشیا کو اقوام متحدہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس ، ایم فل ، پی ایچ ڈی کی حل شدہ اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آپ بذریعہ فون رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

سے الگ کر لیا۔

(5) سوہارتو برسرِ اقتدار آئے تو انھوں نے ملائشیا کے خلاف محاذ آرائی کی پالیسی ترک کر دی۔ آخر کار 1970ء میں دوستی کے معاہدے پر دستخط ہو گئے اور یہ تنازعہ ختم ہو گیا۔

انڈونیشیا کے پاکستان کے ساتھ تعلقات: انڈونیشیا اور پاکستان کے درمیان تعلقات ہمیشہ سے برادرانہ رہے ہیں۔ صدر سوکارنو پاکستانی عوام کے جذبہ اخوت سے بے حد متاثر تھے۔ انڈونیشیا کی جنگ آزادی کے دوران اتحادی فوجوں میں شامل پاکستانی سپاہیوں نے انڈونیشی بھائیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں اگرچہ اہل پاکستان خود اپنے ملک کے قیام کے مسائل میں الجھے ہوئے تھے تاہم پاکستانی رضا کاروں نے انڈونیشیا کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ صدر سوکارنو نے ان جذبات کی ہمیشہ قدر کی اور وہ کشمیر کے مسئلے پر ہمیشہ پاکستان کی تائید کرتے رہے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں انڈونیشیا نے پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ سوکارنو نے انڈونیشیا کی سپریم کونسل کا اجلاس طلب کیا تاکہ پاکستان کی امداد کے مختلف طریقوں پر غور کیا جا سکے۔ انھوں نے پاکستانی عوام کی ہمت اور افواج کی جرات کی تعریف کی۔ انڈونیشیا کی یہ روش پاکستان کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئی۔ ایریان کے تنازعہ کے سلسلے میں جب اقوام متحدہ نے اس علاقے میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں تو انڈونیشیا کی تحریک پر رائے شماری کے انتظام کے لیے پاکستانی فوجوں کا انتخاب کیا گیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان یہ باہمی اعتماد کی علامت تھی۔ جب صدر محمد ایوب خان کے دور میں پاکستان، ایران اور ترکی کے درمیان علاقائی تعاون کا معاہدہ طے پایا تو انھی خطوط پر انڈونیشیا اور پاکستان کے درمیان معاہدہ طے کرنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی چنانچہ 1964ء میں صدر سوکارنو پاکستان آئے۔ اس مسئلے پر گفت وشنید ہوئی۔ طے پایا کہ دونوں ملکوں کے درمیان معاشی ثقافتی تعاون کو فروغ دینے کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ اس غرض سے 1965ء میں پہلے کراچی اور پھر جکارتہ میں کانفرنس ہوئی اور انڈونیشیا پاکستان تنظیم برائے ثقافتی و اقتصادی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ انڈونیشیا نے افغانستان پر روسی جارحیت کے خلاف پاکستان کے مؤقف کی بھرپور حمایت بھی کی اور مسئلہ کشمیر پر بھی انڈونیشیا پاکستان کی حمایت کرتا ہے۔

سوال نمبر 25 درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

1۔ ایران اور پاکستان کے تعلقات	**2۔ قطر کے وسائل**
3۔ شاہ سعود کا دور	**4۔ حافظ الاسد کا دور حکومت**

جواب:

1۔ ایران اور پاکستان کے تعلقات: ایران میں اسلامی انقلاب کا پاکستان میں بڑی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ چونکہ انقلاب کی قیادت علماء کے ہاتھ میں تھی اور کئی ایک پاکستانی رقم اور مشہد کی دینی درسگاہوں میں زیر تعلیم تھے، اس لیے اس بات کا امکان بڑھ گیا کہ دونوں ملکوں میں اسلامی نظام حیات کو تشکیل دینے میں مدد ملے گی۔ انقلاب کی کامیابی کے فوراً بعد اپریل 1979ء میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے علماء نے ایران کے دورے کیے اور آیت اللہ خمینی سے ملاقات کی اور انقلاب کی کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ پاکستان کے ایک سیاسی رہنما نے جون 1980ء میں تہران میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی جس میں امریکی جرائم کی نقاب کشائی کی گئی تھی۔ پاکستان کے شیعہ لیڈر بھی اکثر و بیشتر ایران جا کر ایرانی انقلاب کی حمایت میں زور دار بیانات دیتے رہے ہیں۔ ایرانی علماء میں سے آیت اللہ حسین نوری، آیت اللہ یحییٰ نوری اور حجت الاسلام سید محمد علی شیرازی اور دیگر چیدہ چیدہ علماء نے پاکستان کا دورہ کیا۔ انھوں نے افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلاء کے سلسلے میں پاکستان کے مؤقف کی پُر زور حمایت کی۔ اسلام آباد میں منعقد ہونے والے اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں ایران نے افغانستان سے سویت یونین فوجوں کے انخلاء کے مطالبے میں پاکستان کی پرزور حمایت کی اور ایرانی وزیر خارجہ قطب زادہ کو اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے سہ رکنی کمیٹی کا ممبر مقرر کیا جس کا مقصد روسی فوجوں کی واپسی کے مطالبے کو عملی شکل دینا تھا۔ پاکستان نے ایران، عراق، جنگ (88-1980ء) کے خاتمے کے لئے بھرپور کوشش کی اور صدر مملکت نے اس سلسلے میں کئی مرتبہ ایران کا دورہ بھی کیا۔ اگرچہ ان دونوں مسائل میں پیش رفت بہت سست رہی تاہم پاکستان اور ایران نے اپنے مسائل کے حل میں باہمی تعاون کو بدستور جاری رکھا۔

پاکستان اور ایران کے درمیان باہمی مشاورت اور قریبی تعاون کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ 23 سال کے عرصے میں دونوں ملکوں کے سربراہوں نے بیسیوں مرتبہ ایک دوسرے کے ملک کا سرکاری دورہ کیا۔ ایران نے پاکستان کو 73 کروڑ ڈالر کا قرضہ اور ساڑھے سات کروڑ ڈالر کی منصوبہ جاتی امداد فراہم کی۔ اس عرصے میں ایران نے پاکستان سے 19 سامان بردار بحری جہازوں کی تعمیر کا سمجھوتہ بھی کیا جس کے تحت کراچی انجینئرنگ اور جہاز سازی کے کارخانے نے فروری 1981ء تک 16 جہاز ایران کے حوالے کر دیے اور بقیہ تین پر تیزی سے کام جاری رہا۔ ایران نے ایک معاہدے کے تحت کراچی میں اومنی بسیں بنانے کا ایک کارخانہ لگایا ہے جس میں ایک ہزار بسیں تیار کرنے کا منصوبہ ہے جبکہ ایک اور منصوبہ ایران سے سستے نرخوں پر بلوچستان کو بجلی کی فراہمی اور سستے ڈیزل کی برآمد کا بھی طے پایا۔ 2005ء میں پاکستان نے ایران کے جوہری مسئلے کے پرامن حل پر زور دیا اور امریکہ، ایران تنازع کے حل کے لئے ثالث کا کردار ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے طاقت کے استعمال کی مخالفت کی اور پاکستان اپنے مؤقف پر سختی سے کار آمد ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

2۔ قطر کے وسائل:

☆ تیل کی دریافت سے پہلے ملک کی معیشت کا انحصار گلہ بانی، ماہی گیری اور سمندر سے موتی نکالنے پر تھا۔ آبادی کا بیشتر حصہ بدوی زندگی بسر کرتا تھا۔

☆1939ء میں تیل کی دریافت ہوئی اور پیداوار کا آغاز 1940ء میں ہوا۔ پہلے بیرونی کمپنیاں پیداوار کی ذمہ دار تھیں۔ لیکن پھر 9 فروری 1977ء کو حکومت نے تیل کے ذخیروں کو قومی تحویل میں لے لیا۔ قطر جنرل پیٹرول کمپنی قائم کی گئی۔ اس سے پہلے سولہ اکتوبر 1976ء کو قطر پیٹرولیم پروڈیوسنگ اتھارٹی (QPPA) قائم ہوئی۔ تیل زیادہ تر برطانیہ اور دوسرے صنعتی ملکوں کو بھیجا جاتا ہے۔

☆ زراعت پہلے بہت ہی کم تھی۔ اب سمندر کا کھارا پانی صاف کر کے آبپاشی سے ترکاریوں اور پھلوں کی پیداوار حاصل کی جا رہی ہے۔

☆ صنعت میں تیل صاف کرنے اور تیل کی اشیاء تیار کرنے، سیمنٹ، کھاد اور پھلوں کے کارخانے شامل ہیں۔ ملک کا صدر مقام دوحہ صنعت کا مرکز ہے۔ سمندری تجارت عم السعید بندرگاہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

☆ درآمدات میں مشینری، کریو مر اشیاء، خوراک اور کیمیکلز شامل ہیں۔ اہم برآمدات میں پیٹرولیم کی مصنوعات سٹیل اور کھاد شامل ہیں۔

3۔ شاہ سعود کا دور: ابن سعود کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سعود بن عبدالعزیز آل سعود تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد کے شروع کیے گئے ترقیاتی کاموں کو جاری رکھا۔ ان کے زمانے میں تیل سے ہونے والی آمدنی میں مزید اضافہ ہوا جس سے ترقیاتی کاموں کی رفتار میں مزید اضافہ ہوا۔ مکہ میں ایک طاقتور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا گیا، مکہ و مدینہ اور دوسرے شہروں کے درمیان پختہ سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ صنعتوں کی داغ بیل ڈالی گئی اور دمام اور جدہ کی بندرگاہوں کو جدید طرز پر تعمیر کیا گیا۔

شاہ سعود کے عہد حکومت کا ایک بڑا کارنامہ مسجد نبوی اور حرم کعبہ کی توسیع ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر پر 35 کروڑ روپے صرف ہوئے اور تعمیر کا کام 1955ء میں مکمل ہوا۔ جس سے مسجد فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار بن گئی اور دنیا کی بڑی اور خوبصورت ترین مساجد میں شمار ہونے لگی۔ حرم کعبہ کی مسجد کی توسیع کا کام مسجد نبوی کی تکمیل کے فوراً بعد شروع کیا گیا۔

شاہ سعود کے زمانے میں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ 1957ء میں دارالحکومت ریاض میں عرب کی پہلی جامعہ قائم ہوئی جس میں فنون، سائنس، طب، زراعت اور تجارت کے شعبے قائم کیے گئے۔ 1959ء میں لڑکیوں کے لیے بھی مدارس قائم ہونا شروع ہو گئے۔ مکہ میں شریعت کالج قائم کیا گیا اور 1960ء میں مدینہ میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ کے نام سے دینی یونیورسٹی قائم کی گئی جہاں دینی تعلیم کے علاوہ طلبہ کو افریقہ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے بھی تربیت دی جاتی تھی۔ 1957ء میں شاہ سعود نے امریکا کا دورہ کیا اور ملک کے دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے امریکا سے اسلحہ کی خریداری شروع کی۔

حالانکہ شاہ سعود کے دور میں سعودی عرب میں تیزی سے ترقی ہوئی لیکن شاہی خاندان کے افراد کی بے قید زندگی اور فضول خرچیوں نے ملک کے لیے بہت سے مسائل پیدا کر دیے۔ ان میں سب سے سنگین مسئلہ مالیات کا تھا۔ پٹرول سے ہونے والی کثیر آمدنی کے باوجود سعودی عرب کی مالی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی اور ریال کی قیمت گر گئی تھی۔ اس کے ساتھ شاہ سعود کے زمانے میں عرب دنیا میں انقلابی نوعیت کی تبدیلیاں آ رہی تھیں۔ عربوں میں انتہا پسندانہ قوم پرستی، نسل پرستی، مذہب سے بیزاری، بعث پارٹی کے غیر اسلامی افکار اور سوشلزم کا عروج کا یہی دور تھا۔ مشرق کے عرب ممالک جن کا سرخیل مصر تھا، ان نظریات کی وجہ سے سعودی عرب کے دشمن بن گئے اور سعودی حکومت کو امریکہ کا ایجنٹ کہہ کر بدنام کرنے لگے۔ شاہ سعود میں اتنا تدبر اور صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ملک کو ان اندرونی اور بیرونی خطرات سے نجات دلا سکتے۔ یہ صلاحیت ان کے دوسرے بھائی فیصل میں موجود تھی جو شاہ سعود کے دور میں حجاز کے گورنر اور ملک کے وزیر خارجہ تھے۔ چنانچہ شاہی خاندان اور علما کے دباؤ کے تحت 24 مارچ 1958ء کو شاہ سعود نے تمام ملکی اختیارات شہزادہ فیصل کے سپرد کر دیے اور شاہ سعود کی حیثیت صرف آئینی بادشاہ کی رہ گئی۔ مکمل انتظامی اختیارات سنبھالنے کے بعد شہزادہ فیصل نے جو اصلاحات کیں ان سے ان کی انتظامی صلاحیت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ انہوں نے شاہی خاندان کے اخراجات پر پابندی عائد کی اور دوسری معاشی اصلاحات کیں جن کی وجہ سے سعودی عرب کی اقتصادی و مالی حالت مستحکم ہو گئی۔

اسی زمانے میں شہزادہ فیصل نے غلامی کی رسم کو جو اب تک سعودی عرب میں رائج تھی، ختم کر دیا۔ شہزادہ فیصل کے بڑھتے ہوئے اثرات سے شاہ سعود نے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا اور اپنے بھائی کی اصلاحات کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں۔ آخر ایک مجلس نے جو شاہی خاندان کے ایک سو افراد اور ستر علما پر مشتمل تھی، 29 اکتوبر 1964ء کو شاہ سعود کو تخت سے اتار دیا اور امیر فیصل کو ان کی جگہ بادشاہ نامزد کر دیا۔

اس کے بعد شاہ سعود نے یورپی ممالک میں زندگی گزاری جن میں سب سے پہلے انہوں نے جنیوا، سوئٹزرلینڈ کا انتخاب کیا تاہم انہوں نے دیگر شہروں میں بھی قیام کیا اور 23 فروری 1969ء کو 67 سال کی عمر میں ایتھنز، یونان میں انتقال کر گئے۔

4۔ حافظ الاسد کا دور حکومت: نومبر 1970ء میں حافظ الاسد ایک فوجی انقلاب کے ذریعے برسر اقتدار آئے اور انتخابات کے ذریعے مارچ 1971ء میں صدر بن گئے۔ 1973ء میں حافظ الاسد کی سربراہی میں انقلابی کونسل نے ملک کا آئین تیار کیا۔ آئین کے تحت ملک میں سوشلسٹ پارٹی کی حکومت ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آئین کے مطابق اسد کو سات سال کیلیئے صدر چنا گیا۔ ملک کا نظام مرکزی کنٹرول کے اصول پر چلتا ہے۔ اکتوبر 1973ء میں شام کی افواج نے اسرائیل سے اپنے علاقے واپس لینے کیلیئے گولان کی پہاڑیوں پر سے اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ شام کی ابتدائی کامیابیوں کے بعد اسرائیل نے شامی فوج کو واپس دھکیل دیا اور اس نے دمشق کے اندر 32 کلومیٹر تک پیش قدمی کی۔ اقوام متحدہ کی اپیل پر جنگ بندی ہوگئی۔ جون 1974ء میں امریکہ اور شام کے درمیان تعلقات بحال ہوئے جب کہ 1986ء میں برطانیہ نے شام سے بین الاقوامی دہشت گردی میں مدد دینے کے الزام میں اپنے تعلقات ختم کر دیئے اور امریکہ نے شام پر پابندیاں عائد کر دیں۔ 1990ء میں شام کے برطانیہ سے تعلقات بحال ہوگئے۔ حافظ الاسد نے بین الاقوامی سطح پر ایک قوم پرست اور بہادر عرب رہنما کی حیثیت سے اپنی شناخت پیدا کی۔ انہیں عرب دنیا میں اسرائیل کا واحد حقیقی حریف تصور کیا جاتا تھا۔ حافظ الاسد کے دور میں ایران اور سعودی عرب کے ساتھ شام کے تعلقات بہت خوشگوار رہے۔ حافظ الاسد کا جون 2000ء میں انتقال ہوا تو ان کے بیٹے بشارت الاسد نے حکومت سنبھال لی۔ بشار الاسد نے اقتدار میں آتے ہی اہم نوعیت کے قومی امور پر توجہ دی۔ اقتصادی اصلاحات کو اولیت دی تا کہ ملک کو جدید تقاضوں کے مطابق استوار کیا جا سکے اور ٹیکنالوجی کے حصول کی تمام کوششیں بروئے کار لائی جا سکیں۔ ساتھ ہی انہوں نے بینکنگ اور نظم و نسق کو بھی اپنی ترجیحات میں شامل کیا اور بعض سیاسی آزادیوں کا بھی اعلان کیا۔

سوال نمبر 26: مؤتمر عالم اسلامی کب قائم ہوئی؟ 1947ء کے بعد مؤتمر کی کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لیں۔

جواب: مؤتمر عالم اسلامی: دور جدید میں اتحاد عالم اسلامی کی جدوجہد میں مؤتمر عالم اسلامی کو منفرد مقام حاصل ہے۔ مؤتمر عالم اسلامی پہلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اتحاد کے لیے قائم کی گئی۔ اس کی بنیاد 1926ء میں مکہ مکرمہ میں رکھی گئی۔ شاہ عبدالعزیز اس تنظیم کے قیام کے روح رواں تھے۔ اس کے پہلے اجلاس میں برطانوی ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی مولانا محمد علی جوہر اور علامہ سید سلیمان ندوی نے کی۔ اس تنظیم کا دوسرا اجلاس 1931ء میں بیت المقدس میں ہوا۔ اس میں علامہ محمد اقبال نے بھی شرکت کی۔ ان اجلاسوں میں اتحاد، عالم اسلامی کی ضرورت، مسلمان ممالک کے مسائل اور ان کے حل کے لیے تجاویز پر غور کیا گیا۔ مفتی فلسطین الحاج امین الحسینی کو موتمر کا صدر بنایا گیا۔ علامہ اقبال نائب صدر بنائے گئے۔

اس تنظیم کو کسی مسلمان حکومت کی تائید حاصل نہ تھی بلکہ اس کا انتظام تمام تر ان افراد نے کیا جن کے دل میں مسلمانوں کے لیے درد تھا۔ ان میں مفتی اعظم فلسطین سعید امین الحسینی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

وسائل کی کمی، مسلمانوں کی عدم توجہی، مسلمان ممالک کے مقامی مسائل میں الجھاؤ اور نو آبادیاتی طاقتوں کی کوشش کی وجہ سے موتمر زیادہ پیش رفت نہ کر سکی۔

1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا اور پاکستان میں اتحاد عالم اسلامی کے لیے کوششوں کی ابتداء ہوئی تو سب سے پہلے اس نیم مردہ تنظیم کو حیاتِ نو دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ چنانچہ 1949ء میں کراچی میں ورلڈ مسلم کانفرنس میں اس تنظیم کو حیاتِ نو دی گئی۔ لیاقت علی خان نے افتتاحی خطاب کیا۔

فروری 1951ء میں کراچی میں موتمر کا تیسرا اجلاس بلایا گیا۔ اس منصوبے کو حکومتِ پاکستان کی مکمل تائید حاصل تھی۔ اجلاس کا افتتاح خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل پاکستان نے کیا۔ اس اجلاس میں مفتی اعظم فلسطین سید مفتی امین الحسینی کو تنظیم کا صدر اور ایک پاکستانی ڈاکٹر انعام اللہ خان کو اس کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا کراچی موتمر کا صدر مقام قرار پایا۔ اس کے بعد موتمر مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ اور آج اُس کی شاخیں دنیا کے تمام ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ موتمر نشر و اشاعت اور کانفرنسوں کے ذریعہ عالم اسلام کے مسائل کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرتی ہے اور بین الاقوامی سطح پر اُن کو پیش کرتی ہے۔ موتمر کا ہفتہ وار رسالہ (The muslim world) ان مقاصد کے حصول میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اور اس کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر انعام اللہ خان اتحاد عالم اسلام کے لیے دنیا کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ موتمر کے پلیٹ فارم سے ورلڈ مسلم نیوز ایجنسی اور انٹرنیشنل مسلم ڈویلپمنٹ بنک کے ذریعے عالم اسلام کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ موتمر نے فلسطین، کشمیر اور دنیا کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو بلند کیا ہے۔ اور مسلم اُمہ کے اقتصادی مسائل کو حل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

سوال نمبر 27: 1947ء میں ریاست کشمیر میں ہونے والے واقعات بیان کریں نیز بتائیں کہ بھارت نے مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد میں تبدیلی کے لیے کیا اقدامات کیے؟

جواب: کشمیر: کشمیر میں اسلام چودھویں صدی میں پھیلا اور 1343ء میں شاہ میر نے سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے مسلمان حکومت کی بنیاد رکھی۔ مغل بادشاہ اکبر نے 1586ء میں کشمیر فتح کرا کے سے مغل سلطنت میں شامل کیا۔ کشمیر سے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ اس وقت ہوا جب 1819ء میں رنجیت سنگھ نے وادی پر قبضہ کر لیا۔ مارچ 1846ء میں معاہدہ امرتسر کی رو سے انگریزوں نے وادی کشمیر دس لاکھ اشرفی کے بدلے ڈوگرہ سردار گلاب سنگھ کے پاس فروخت کر دی۔

ڈوگرہ دورِ حکومت میں مسلمانوں کا سیاسی اور اقتصادی استحصال، بُری طرح کیا گیا پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر مسلمانوں نے اپنے آپ کو منظم کیا اور ڈوگرہ راج کے خلاف آواز اُٹھانا شروع کی۔ چوہدری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ اس تحریک میں پیش پیش تھے۔

1932ء میں مسلم کانفرنس کے نام پر ایک سیاسی تنظیم قائم کی گئی۔ 1939ء میں شیخ عبداللہ نے انڈین نیشنل کانگریس کے زیر اثر مسلم کانفرنس کا نام بدل کر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختباری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ،ایف اے،آئی کام ،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

نیشنل کانفرنس قائم کی۔جس میں کشمیر کے مسلمان اور ہندو شامل تھے۔

بعد میں مسلم کانفرنس نے آل انڈیا مسلم لیگ اور نیشنل کانفرنس نے آل انڈیا نیشنل کانگریس کا کھلم کھلا ساتھ دینا شروع کر دیا۔مسلم کانفرنس نے جسے میر واعظ محمد یوسف شاہ کی تائید حاصل تھی۔تحریک پاکستان کا ساتھ دیا اور نیشنل کانفرنس نے متحدہ ہندوستان کی حمایت کی۔شیخ عبداللہ اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی ذاتی دوستی نے کشمیر کی سیاست کو بُری طرح متاثر کیا۔

1940ء سے 1947ء تک: مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان کے منظور ہونے کے بعد کشمیر کی اکثریت نے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی اور نیشنل کانفرنس کا اثر و نفوذ کم ہونے لگا۔1944ء میں کانگریس کے لیے ہندوستان میں سیاسی فضاء قدرے مکدر تھی۔اس لیے کشمیر نیشنل کانفرنس کے لیے بھی حالات ناسازگار ہو گئے۔ان بدلتے ہوئے حالات میں کانفرنس کے بعض رہنماؤں نے اپریل 1942ء میں مسلم کانفرنس کا احیاء کر کے مسلم لیگ سے تعاون کرنے کا فیصلہ کیا اور مارچ، اپریل کے مہینوں میں سری نگر سے متعدد وفود قائداعظم کی خدمت میں دہلی پہنچے۔خود شیخ عبداللہ لاہور گئے۔اور مسلم لیگ کے صدر سے کشمیر مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت کی درخواست کی۔اسی قسم کی درخواست جب مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کی طرف سے بھی موصول ہوئی تو قائداعظم نے کشمیر جانے کا فیصلہ کیا۔قائداعظم 9 مئی کو جموں پہنچے اور اگلے روز سری نگر وارد ہوئے جہاں انہوں نے دو ماہ تک قیام کیا اور صورت حال کا جائزہ لیا۔

مسلمانوں کے مختلف گروہوں سے ملاقات کے بعد انہیں اندازہ ہو گیا کہ کشمیریوں کی اکثریت مسلم کانفرنس کے ساتھ ہے اس لیے نیشنل کانفرنس کو اس سے اتحاد کر کے سیاسی پیش رفت کرنا چاہیے۔

قائداعظم کے اس فیصلے سے نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔اور انہوں نے اس قسم کے بیانات جاری کیے جن کی وجہ سے دونوں فریقوں میں اتفاق کی بجائے انتشار کی فضاء پیدا ہوئی۔مسلم کانفرنس نے بہر حال آزادی کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔نیشنل کانفرنس نے مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ دست تعاون، بڑھایا اور وزارتوں اور دیگر اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔

1945ء میں قوم پرست اور جمہوریت پرست عناصر کے خلاف تمام کشمیر میں مخالفت کی شدید لہر پھیل گئی۔14 مارچ کو میلاد النبی کا دن تھا جسے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا۔سری نگر میں مسلمانوں نے اتنا بڑا جلوس نکالا کہ اس سے قبل کشمیر کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہبی نعروں اور جھنڈوں کے ساتھ سیاسی نعرے اور جھنڈے بھی لگائے گئے جن کی وجہ سے یہ پُر وقار جلوس اچھا خاصا سیاسی جلوس کا منظر پیش کر رہا تھا۔خوش قسمتی سے کوئی ناخوشگوار واقعہ تو پیش نہیں آیا تاہم:

مہاراجہ اور اس کے بہی خواہوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ وادی کے مسلمان بیدار ہو چکے ہیں اور وہ آزادی کے مطالبے سے باز نہیں آئیں گے۔اس لیے مذہب کو پسِ پشت ڈال کر صرف قومی بنیادوں پر کوئی تحریک چلانا آسان بات نہیں۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ 1946ء میں جب شیخ عبداللہ نے انڈین نیشنل کانگریس کی طرز پر "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی تو ریاست کے مسلم عوام کی طرف سے کوئی حمایت حاصل نہ ہوئی۔البتہ انہیں بغاوت کے جرم میں قید کر دیا گیا۔مسلم کانفرنس نے "ڈائریکٹ ایکشن" کا ارادہ کیا تو چوہدری غلام عباس اور دیگر رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔لیکن اس کے باوجود جب 1947ء میں انتخابات ہوئے تو مسلم کانفرنس نے مسلمانوں کی 21 نشستوں میں سے پندرہ حاصل کر لیں جبکہ باقی چھ نشستوں پر انتخاب ہی منعقد نہ ہو سکے اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ریاست کشمیر میں صرف مسلم کانفرنس ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔اسی زمانے میں تقسیمِ ہند کا منصوبہ سامنے آ گیا۔برطانوی ہند کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون کو یہ اعلان کیا کہ 15 اگست 1947ء کو ہندوستان آزاد ہو جائے گا اور مسلم اکثریت کے علاقے پاکستان کا حصہ متصور ہوں گے جبکہ ریاستوں کے بارے میں یہ طے کیا گیا کہ ریاستوں کے حکمران بھارت یا پاکستان جس کے ساتھ چاہیں اتفاق کر لیں۔تاہم انہیں فیصلہ کرتے وقت عوام کی خواہشات اور ریاست کی جغرافیائی حیثیت کو مدِنظر رکھنا ہو گا۔

کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی 80 فیصد تھی۔نیز اس کی حدود پاکستان کے ساتھ ملتی تھیں اس لیے مسلم کانفرنس نے 19 جولائی 1947ء کو ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا رسمی طور پر اعلان بھی کر دیا۔اس کے تحت 14 اگست کو جب دنیا کے نقشے پر ایک نئی اسلامی ریاست کا نقش اُبھر رہا تھا تو ریاست کے مسلم باشندوں نے ہر جگہ قیامِ پاکستان کا جشن منایا، پاکستان کا پرچم لہرایا اور اسے اسلامی دی گئی۔اس سے اگلے روز مہاراجہ کشمیر نے بھارت اور پاکستان دونوں حکومتوں کو ریاست کے ساتھ معاہد(Standstill Agreement) قائم کرنے کی دعوت دی جسے پاکستان نے فوری طور پر منظور کر لیا مگر بھارت نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس معاہدے کی رو سے کشمیر کے ذرائع رسل و رسائل پاکستان کے حوالے کر دیئے گئے اور کشمیر کے ڈاکخانوں پر پاکستان کا پرچم لہرانے لگا۔اب صرف مکمل الحاق ہونا باقی تھا۔مگر مہاراجہ پٹیالہ، کپورتھلہ اور فرید کوٹ کے مہاراجوں کے مشورے سے ریاست میں مسلمانوں کے قتلِ عام کا منصوبہ بنایا۔ریاستی فوج سے مسلمان افسروں کو نکال دیا، حتیٰ کہ پولیس کے مسلم ملازمین سے بھی ہتھیار چھین لیے گئے۔

راشٹریہ سیوک سنگھ اور جن سنگھ جیسی متعصب تنظیموں اور سکھوں کے مسلح جتھوں کو دوسری سکھ ریاستوں اور پنجاب کے ملحقہ علاقوں سے ریاست میں بلا لیا گیا۔منصوبے کے تحت ستمبر میں جموں میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔میر پور، پونچھ، مظفر آباد کے اضلاع میں پہلے ہی ڈوگرہ افواج مسلمانوں پر تشدد کر رہی تھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ ترکِ وطن کر کے پاکستان میں آنا شروع ہوئے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ریاست میں پانچ لاکھ مسلمانوں کے قتلِ عام کی خبریں سن کر پنجاب اور خاص طور پر صوبہ سرحد میں ہیجان پیدا ہوا اور وہاں سے ہزاروں قبائلی رضا کار 22 اکتوبر 1947 کو کشمیر پہنچ گئے اور انہوں نے ریاست کے ایک بڑے حصے کو مہاراجہ کے چنگل سے آزاد کرالیا۔ اور مسلم کانفرنس کی زیرِ نگرانی 22 اکتوبر 1947ء کو حکومتِ ہند سے درخواست کی کہ ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق منظور کرلیا جائے۔ ماؤنٹ بیٹن نے درخواست منظور کرلی اور 27 اکتوبر 1947ء کو بھارتی فوج ہوائی جہازوں کے ذریعے سری نگر اور دیگر اہم مقامات پر اُتار دی گئیں۔ اس طرح ریاست کی مسلم رعایات اور بھارتی فوج کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ مہاراجہ اپنے خاندان سمیت بھارت چلا گیا اور بھارت نے عبداللہ کو وزیرِ اعلیٰ بنا دیا۔ جنگ کی صورت حال اور مسلمانوں کے مفاد کے پیشِ نظر پاکستان کو مداخلت کرنا پڑی۔ بھارت نے اپنے منصوبے کو ناکام ہوتے دیکھ کر یکم جنوری 1948ء کو مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں پیش کر دیا اور پاکستان پر الزام لگایا کہ حملہ آوروں کی مدد کر رہا ہے۔ یہ مسئلہ آج تک وہاں کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اور کشمیر کا علاقہ زبردست مسلم اکثریت کے باوجود ہندو سامراج کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بنا ہوا ہے۔

آبادی کے تناسب میں تبدیلی: کشمیر میں مسلمانوں پر کیا گزری اور اس کا اندازہ اس حقیقت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ:

1911 میں کشمیر کی مجموعی آبادی 12,95,201 (بارہ لاکھ پچانوے ہزار دو سو ایک) تھی جس میں 94 فیصد مسلمان تھے۔ 1941 کی مردم شماری کے مطابق آبادی بڑھ کر 17,87,705 (سترہ لاکھ ستاسی ہزار سات سو پانچ) ہوگئی جن میں 16,15,478 (سولہ لاکھ پندرہ ہزار چار سو اٹھہتر) مسلمان تھے اور باقی تقریباً 6.6 فیصد غیر مسلم تھے۔ 1961ء میں بھارتی حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق کشمیر کی مجموعی آبادی 36,10,000 (چھتیس لاکھ دس ہزار) میں سے مسلمانوں کی شرح آبادی 94 فیصد سے گھٹ کر 72 فیصد رہ گئی۔ 1971ء میں مسلمانوں کی شرح آبادی میں مزید کمی واقع ہوگئی۔ یہ ہندوستان کے سوچے سمجھے منصوبے کا ایک حصہ ہے کہ وادی کشمیر میں ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ مسلمان تنگ ہو کر چلے جائیں اور ہندوؤں کی آبادی بڑھ کر اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہو جائے تاکہ اگر کبھی استصوابِ رائے کروانا پڑے تو ریاست کے باشندے ہندوستان کے حق میں ووٹ دیں۔ اس کا نتیجہ ابھی تک تین اضلاع ادھم پور، جموں اور کٹھوا میں ان کے حق میں برآمد ہوا جہاں اس وقت مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کے مقابلہ میں کم ہے تاہم ریاستی سطح پر مسلمان اکثریت میں ہے۔ اور اب بھی کوئی واضح پالیسی نہیں بنائی گئی۔

سوال نمبر 28: معاہدہ طرابلس کے اہم نکات کیا تھے؟ اس کو عملی جامہ پہنانے میں کیا مشکلات درپیش آئیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: معاہدہ طرابلس: 1973 میں اسلامی کانفرنس کے ایماء پر چار مسلم ممالک لیبیا، سعودی عرب، صومالیہ اور سینیگال کے وزرائے خارجہ پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فلپائن کے مسلمانوں کے مطالبہ آزادی کا کوئی باوقار حل تلاش کرنے میں مدد دے سکیں۔ اس کمیٹی کا ایک اجلاس 23 دسمبر 1976ء کو لیبیا میں منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر سفارش کی گئی کہ جنوبی فلپائن میں مسلم اکثریت کے ایک علاقے کو جو تیرہ صوبوں پر مشتمل ہے، خود مختار بنا دیا جائے، مورو نیشنل لبریشن فرنٹ نے بھی اس تجویز کو منظور کیا۔ نیز یہ تجویز دی گئی کہ دفاع اور خارجی معاملات کے شعبے مرکزی حکومت کے تحت رہیں گے۔ جبکہ علاقائی حکومت اور علاقائی اسمبلی کو وسیع اختیارات حاصل ہوں گی جس میں علیحدہ امن فوج کے قیام کا حق بھی شامل ہوگا۔

فروری اور اپریل 1977ء میں اس منصوبے پر مزید بات چیت ہوئی لیکن معاہدہ کی تعبیر و تشریح میں اختلافات کی وجہ سے یہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ بالآخر صدر مارکوس نے اپریل 1977ء ہی میں استصواب کے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق کیا کہ عہد نامہ طرابلس کے مطابق ایک خود مختار مسلم وحدت کی بجائے دو آزاد علاقے ہوں گے جو پانچ پانچ صوبوں پر مشتمل ہوں گے۔ اس طرح تیرہ صوبوں کی بجائے دس صوبوں کی خود مختاری کو تسلیم کرلیا گیا۔ بقیہ تین صوبے معدنی دولت تیل، سونا اور یورینیم سے مالا مال ہیں اس لیے مارکوس کی حکومت نے ان سے دستبردار ہونا پسند نہیں کیا۔

1977ء کے اواخر میں فلپینی مسلمانوں کو دھچکا لگا۔ مورو نیشنل لبریشن فرنٹ جو علاقے میں مسلم آزادی کی قوت تسلیم کیا جاتا تھا، چار گروہوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ علیحدگی پسند ہے۔ اس کا لیڈر نور منصوری ہے۔ دوسرا گروہ اسلامی موقف کا حامی ہے۔ اس کی قیادت سلامت ہاشم کے پاس ہے۔ تیسرا گروہ بانگسا مورو لبریشن آرگنائزیشن کا ہے جو علاقائی خود مختاری کا علمبردار ہے۔ اس کے رہنما لقمان اور عباس ہیں۔ چوتھا گروہ جس کا قائد عبدالخیر ہے۔ ملک کے صدر مارکوس کی پالیسی کا حامی رہا ہے۔ ان چار گروہوں کو مختلف عرب ملکوں کی حمایت حاصل ہے۔ اس گروہ بندی نے فلپینی مسلمانوں کی آزادی کے مسئلے کو نقصان پہنچایا۔ اسلامی سیکرٹریٹ اور بعض مسلمان ممالک کی کوششوں کے باوجود ان گروہوں میں افہام و تفہیم کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

انتشار کا ایک بڑا سبب نور منصوری گروہ کا رویہ تھا جس نے مورو نیشنل لبریشن فرنٹ سے کسی بھی قسم کی صلح صفائی کے لیے رضا مندی کا اظہار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں اس جماعت نے خود مختاری کی بجائے علیحدگی کا موقف اختیار کر کے اسلام اور فلپینی مسلمانوں کے موقف اور مقصد سے انحراف کیا۔

سلامت ہاشم گروہ کا دعویٰ ہے کہ مسلم مجاہدین میں سے کسی کی بھی حمایت نور منصور کو حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کی جماعت، اسلامی موقف سے ہٹ کر کمیونسٹ نظریہ کی حامی بن گئی ہے۔ اس لیے ان کا مطالبہ تھا۔ کہ تمام مسلم حکومتوں فلپینی حکومت کا معاشی بائیکاٹ کر کے معاہدہ طرابلس کو روح و جوہر میں نافذ کرنا چاہیے۔

مسلم نیشنل لبریشن فرنٹ میں باہمی اختلافات کی وجہ سے مارشل لاء، حکومت کو خاصی مہلت میسر ہوئی۔ صدر مارکوس کا یہ کہنا تھا کہ وہ بامقصد بات چیت کے لیے کس سے رجوع کریں نتیجہ یہ کہ فلپینی حکومت نے اعتدال پسند مسلم ممالک کو اس بات پر رضا مند کرلیا کہ وہ اسلامی کانفرنس پر دباؤ ڈال کر مثبت اقدام کرے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، ایف اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹ مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03445045451

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام ،بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

اس ضمن میں انڈونیشیا اور ملائیشیا کے نام لیے جاسکتے ہیں۔اس نے رفتہ رفتہ دیگر مسلم ممالک سے بھی رابطہ قائم کیا۔اور عراق میں اپنا سفارت خانہ کھولا۔اس قسم کے نتائج مسقط اور اردون کی حکومتوں سے بھی حاصل ہونے کی توقع ہے۔

الغرض اتحاد عالمِ اسلامی، جس کے لیے جدوجہد کا آغاز سید جمال الدین افغانی نے کیا تھا اور جسے فکری جلا علامہ محمد اقبال نے فکری جلا بخشی اور جس کی ابتداء پاکستان نے 1949ء میں کی، ابتدائی ناکامیوں کے بعد ایک حقیقت بن چکا ہے۔اسلامی سیکرٹریٹ کو بین الاقوامی برادری میں اہم مقام حاصل ہے۔اور اقوامِ متحدہ میں اسے ناظر کا درجہ ملا ہوا ہے۔گو مسلمان سیاسی طور پر تقریباً 57 آزادی ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں مگر فکری طور پر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں اور اقتصادی و ثقافتی مسائل اسلامی نقطہ نظر سے حل کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔اس بات کا امکان ہے کہ مستقبل قریب میں مسلمان اس دکھی دنیا کو جو تمام تر تکنیکی اور مادی ترقی کے باوجود کرب میں مبتلا ہے، ایک نیا سیاسی ،اقتصادی اور ثقافتی نظام دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جس کی بنیاد اسلام ہے اور جس کے علاوہ اور کسی بھی راہ کو اختیار کرنے سے نہ تو فرد کو سکون ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کو امن نصیب ہوگا۔

حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فلپائن نے مسلم اکثریت کے علاقوں میں بعض ترقیاتی منصوبوں پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔اس کے ساتھ حکومت نے مسلم مجاہدین سے بھی کہا ہے کہ وہ توڑ پھوڑ کی پالیسی چھوڑ کر حکومت سے تعاون کریں۔حکومت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی کوشش سے 1977ء سے 1980ء تک 37000 گوریلوں نے ہتھیار ڈال دیے۔سابق سینٹر صالح حسن سات سال کا عرصہ امریکہ اور سعودی عرب میں گزار کر 1980ء میں منیلا واپس آئے اور ملک میں امن و امان کے قیام کے سلسلے میں حکومت سے تعاول کیا۔جبکہ ابوالخیر گروہ نے بھی حکومت کی پالیسی کی تائید کی۔صدر مارکوس نے ان حالات کی وجہ سے اسلامی ممالک کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انہیں آزادی پسند مسلمانوں کی حمایت حاصل ہوگئی ہے۔حریت پسند آج بھی اسی زور و شور کے ساتھ آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں، رابطہ العالم الاسلامی کانفرنس بھی ان کے ہمنوا ہیں، فروری 1980ء میں اسلامی کانفرنس کے نئے سیکرٹری جنگرل حبیب شطی نے مارکوس حکومت کے ساتھ ازسرِ نو بات چیت شروع کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں جسے صدر مارکوس نے منظور کر لیا۔مارکوس نے تجویز پیش کی کہ یہ بات چیت جولائی 1980ء میں ہو کیونکہ مئی 1980ء میں اسلام آباد میں اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔جس میں اس کی پالیسی کو ہدفِ تنقید بنایا جاسکتا تھا۔سیکرٹری جنرل القدس کے تصفیے میں مصروف تھے اس لیے ابھی تک گفتگو نہیں ہو سکی۔رابطہ عالم الاسلام کے سیکرٹریٹ جنرل نے مکہ معظّمہ میں ہونے والی بائیسویں کانفرنس میں (4 ستمبر 1989ء تا 15 اکتوبر 1980ء) مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی۔

”کونسل صدر مارکوس کی فلپینی مسلمانوں کے خلاف پالیسی کی شدت سے مذمت کرتی ہے جس کا مقصد قتل و غارت کے ذریعے اُن کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا اور انہیں ترکِ وطن پر مجبور کرنا ہے، نیز 1976 کے معاہدہ طرابلس کی تنسیخ کی مذمت کرتی ہے۔تمام مسلم ممالک کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ مارکوس حکومت کے خلاف موثر اقدام کریں اور ان کا معاشی بائیکاٹ کرتے ہوئے تیل کی سپلائی بند کر دیں“۔

یہ صحیح ہے کہ مورو نیشنل فرنٹ میں اختلاف کی وجہ سے فلپینی مسلمانوں کی آزادی میں غیر معمولی تاخیر واقع ہوئی لیکن صورت حال ایسی بھی نہیں ہے جس کا تاثر فلپائنی حکومت دیتی رہی۔آج فلپائن کے مسلمان اُسی قسم کی صورت حال سے دوچار ہیں جیسے 1947ء سے پہلے برصغیر کے مسلمانوں کو جس کا سامنا تھا۔اگست 1986ء میں صدر مسز اکینو مسلم رہنماؤں سے مذاکرات کے دوران چار مسلم اکثریتی صوبوں کو مقامی حکومت خود اختیار دینے پر آمادہ ہو گئیں لیکن مورو نیشنل لبریشن فرنٹ نے چار کی بجائے تئیس صوبوں میں حکومتی خود اختیاری کا مطالبہ کیا جبکہ دیگر مسلم آزادی پسند تنظیموں نے فلپائن سے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا جبکہ دیگر مسلم آزادی پسند تنظیموں نے فلپائن سے مکمل آزادی کا مطالبہ کرتے ہوئے مذاکرات کا بائیکاٹ کر دیا۔1989ء میں اکینو حکومت نے فلپائن کے تیرہ صوبوں میں مجوزہ حکومت خود اختیاری کے لیے ریفرنڈم کرایا جس پر مورو لبریشن فرنٹ نے مسلمانوں سے اس ریفرنڈم کے بائیکاٹ کی اپیل کی۔تاہم چار صوبوں نے حکومتی خود اختیاری کے حق میں ووٹ دیا اور انہیں فلپائن کے مسلم علاقے منڈاناؤ میں حکومتی خود اختیاری دے دی گئی۔

1990ء کی دہائی میں جب فلپائن کے آزادی پسند مسلمانوں نے منڈاناؤ میں دوبارہ گوریلا جنگ کو منظّم کیا تو صدر راموس Ramos اور مورو کے رہنماؤں کے درمیان فروری 1993ء میں مذاکرات شروع ہو گئے جن کے نتیجے میں ستمبر 1996ء میں ایک امن معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔دیگر حریت پسند گروہوں نے جن میں اسلامک لبریشن فرنٹ ILF اور ابوسیاف گروپ شامل ہیں، گوریلا کارروائیوں کو جاری رکھا ہوا ہے۔ILF وسیع حکومت خود اختیاری، جبکہ ابوسیاف گروپ علیحدہ اسلامی ریاست کے قیام کا حامی ہے۔2001ء میں MILF اور حکومت کے مابین امن معاہدہ ہو گیا لیکن ابوسیاف گروپ کے ساتھ حکومت کی محاذ آرائی بدستور جاری ہے۔تاریخی، مذہبی، ثقافتی اور لسانی لحاظ سے فلپینی مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور ملک کے مخصوص خطے میں رائش پذیر ہیں جہاں ان کی اکثریت ہے۔ان کی جدوجہد آزادی جاری ہے۔اور قومی اُمید ہے کہ وہ بالآخر کامیاب ہوں گے اور ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اپنے مستقبل کی تشکیل کریں گے۔

سوال نمبر 5: وسط ایشیائی ریاستوں کی جغرافیائی اہمیت بیان کریں نیز ازبکستان کی خارجہ پالیسی کا تنقیدی جائزہ لیں۔

جواب: **وسط ایشیائی ریاستیں:** وسط ایشیائی مسلم ریاستیں وہ جغرافیائی خطہ ہیں جو پانچ ریاستوں قازقستان، کرغستان، ترکمانستان، ازبکستان اور تاجکستان پر مشتمل ہیں، یہ ریاستیں 1991ء میں آزاد ہوئیں۔اس سے پہلے یہ ریاستیں سوویت یونین کا حصہ تھیں۔ان وسط ایشیائی ریاستوں کے شمال میں روس کی فیڈریشن

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

،جنوب میں ایران اور افغانستان، مشرق میں چین اور مغرب میں کیپسئین سمندر ہے۔ وسط ایشیائی ریاستوں کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہے۔ خواندگی کی شرح تقریباً سو فیصد ہے۔ یہ ریاستیں معدنی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں۔

تاریخی پس منظر: وسط ایشیائی ریاستیں قدیم زمانوں سے آباد ہیں، تیرہویں صدی میں منگولوں نے اس علاقے کو اپنی ریاست میں کر لیا۔ عربوں اور ترکوں نے وسط ایشیا میں اسلام کو متعارف کرایا۔ اٹھارویں صدی میں قازقستان کا بہت سا علاقہ روس کے زیر تسلط آ گیا۔ قازق قبیلے کی دوسری قبیلوں نے کوئی مدد نہ کی۔ جس کے نتیجے میں 1822ء میں روسیوں نے وسطی قازق سلطنت کا روس سے الحاق کر لیا۔ 1865ء میں تاشقند اور 1866ء میں روسیوں نے بخارا کی افواج کو ایک شکست دے کر سمرقند پر بھی قبضہ کر لیا۔ روس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور مرو کے شہر پر قبضہ کر کے افغانستان کی سرحد پر پہنچ گیا۔ 1888ء میں برطانوی روسی سرحدی کمیشن نے روس اور افغانستان کی ملکی حدود کا تعین کر دیا۔ لیکن وسط ایشیا کے بیس لاکھ مربع کلومیٹر رقبے پر روس کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا جس میں تقریباً 70 لاکھ مسلمان آباد تھے۔ 1936ء میں سوویت یونین میں شامل جمہورتیوں کی از سر نو علاقائی تشکیل کی گئی۔ ان میں چھ جمہورتیں قازقستان، ازبکستان، کرغستان، تاجکستان، ترکمانستان اور آزربائیجان مسلمان ریاستیں تھیں۔ امریکہ نے افغانستان سے پاکستان کو سر کر کے سمندر تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا۔ افغانستان کو پہلے اشتراکی نظریات اور روسی امداد سے ہم نے نوا بنایا اور پھر اس پر قبضہ کرنے کے لے فوجیں اتار دیں۔ صدر ضیاء الحق کی افغانستان پالیسی کے نتیجے میں روس کی فوجی قوت پارہ پارہ ہو گئی۔ روسی صدر گورباچوف نے سوویت یونین کو بچانے کے لیے پارلیمنٹ کا اجلاس بلانے کا اعلان کیا۔ مگر گیارہ جمہوریاؤں نے قازقستان کے دارالحکومت الما آتا میں آزاد ممالک کی دولت مشترکہ کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اس طرح روسی تسلط سے یہ چھ مسلم ریاستیں 1991ء میں آزاد ہوئیں۔

اسلامی تشخص: وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں کبھی اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھیں۔ سمرقند اور بخارا اسلامی تعلیم کے مراکز تھے۔ امام بخاری، البیرونی، الخوارزمی اور ابن سینا جیسے نام شہرہ آفاق شخصیات کا تعلق اسی خطے سے تھا۔ یہ ریاستیں دنیائے اسلام کا حصہ تھیں۔ مگر مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی گرفت ان پر کمزور ہوتی گئی۔ عثمانی سلطنت ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں عثمانی سلطنت کے کمزور ہونے پر روس نے ان ریاستوں کو سوویت یونین کا حصہ بنا لیا۔ 1917ء کے سرخ انقلاب کے بعد اشتراکی نظریات سے ان کا اسلامی تشخص ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ سوویت یونین میں اِن ریاستوں کو زیادہ اہمیت حاصل نہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ریاستیں روسی جبر سے آزاد ہوئیں تو اِن میں اپنے اصل کی طرف لوٹنے کا جذبہ شدت سے موجود تھا۔ اور آزادی کے بعد ان ریاستوں نے دنیائے اسلام سے مذہبی، لسانی، نسلی اور تاریخی روابط تازہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

جغرافیائی اہمیت: وسط ایشیاء کی ریاستیں جغرافیائی اعتبار سے بہت اہم ہیں۔ ان کی سرحدیں دنیا کی دو سپر پاور چین اور روس سے ملتی ہیں۔ معدنی وسائل کی دولت سے مالا مال ہونے کی وجہ سے بھی یہ ریاستیں پوری دنیا کی توجہ کا مرکز ہیں۔ ان ریاستوں کے آزاد ہونے سے دنیا کے نقشے پر مسلم ممالک ایک بلاک کی صورت میں متحدہ نظر آتے ہیں۔ اگر مسلمان پورے خلوص سے کوشش کریں تو مسلمانوں کے اتحاد کا خواب شرمندہ تعمیر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان کے مغرب میں افغانستان اور ایران سے مسلم ممالک کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ایشیا سے گزر کر بحر اوقیانوس کے مشرقی ساحل پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مشرق وسطی کے ممالک، سعودی عرب، خلیج فارس کی عرب ریاستیں، عرق شام، اردن، ترکی اور افریقہ کے ممالک مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، مراکش، نائیجریا ہیں اور پاکستان کے شمال میں روس کے وفاق سے آزاد ہونے والی یہ مسلم ریاستیں ایک اسلامی بلاک کی صورت میں متحد نظر آتی ہیں۔

پاکستان کے لیے وسط ایشیائی ریاستوں کی اہمیت: 1990ء میں امریکہ کی اقتصادی پابندیوں کے عائد ہونے کے بعد پاکستان خود کو دنیا میں تنہا محسوس کرنے لگا تھا مگر میں اِن کی شمولیت نے پاکستان کو بڑا اسہارا دیا اور پاکستان نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ امریکہ اور یورپی ممالک نے مل کر اقتصادی بلاک قائم کر لیا ہے۔ جس سے غریب اور ترقی پذیر ممالک ان کے زیر نگین آ گئے۔ ان حالات میں پاکستان کے لیے اقتصادی تعاون کی نئی راہیں تلاش کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان ریاستوں نے اپنی آزادی کے فوراً بعد پاکستان سے روابط کے قیام کے سلسلے کو ایک خوش آئند قدم قرار دیا۔ وسط ایشیائی ریاستوں اور پاکستان کے باہمی تعلقات کو فروغ دینے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کی فوری ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ مثلاً

1۔ چونکہ پاکستان کی وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ صدیوں پرانی اور جذباتی وابستگی ہے لہذا یہ ممالک باہم ملک کر یورپی مشترکہ منڈی کی طرز پر مشترکہ منڈی قائم کر سکتے ہیں۔ تاکہ اِن ممالک کے مابین نہ صرف تجارتی تعلقات کو فروغ حاصل ہو بلکہ رکن ممالک کے باشندوں کو نئے روزگار کے مواقع بھی میسر آئیں۔

2۔ پاکستان صنعتی اعتبار سے کافی حد تک خود کفیل ہے اور یہاں تقریباً ہر قسم کی صنعتیں قائم ہیں لہذا یہ ممالک پاکستان کے تکنیکی تجربات سے فائدہ اٹھا کر اپنے ہاں بڑی صنعتیں قائم کر سکتے ہیں تاکہ صنعتی مہارت حاصل کرنے کے بعد پاکستان کو زرمبادلہ بھی حاصل ہو سکے۔ ایسا کرنے سے پاکستان کو بیرونی قرضوں سے نجات مل سکتی ہے۔

3۔ مواصلات کے شعبے میں بڑا کام ہونا باقی ہے اگر پاکستان کا بذریعہ ریل اور سڑک تاجکستان سے رابطہ قائم ہو جائے تو پھر تمام وسط ایشیائی ریاستوں میں آمدورفت کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں پاکستان نے تاجکستان تک ریل اور سڑک کے رابطوں کے قیام کے لیے منصوبے بنائے ہیں۔ جن پر ابتدائی

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی تمام کلاسز کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نوعیت کا کام جاری ہے۔ان منصوبوں کے پایہ تکمیل تک پہنچنے پر پاکستان اور وسط ایشیائی ریاستوں کے مابین تجارت کو بڑا فروغ حاصل ہوگا۔

4۔ کرغستان میں یورنیم کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ پاکستان چونکہ ایک ایٹمی طاقت بن چکا ہے۔اس لیے وسط ایشیائی ریاستیں ایٹمی توانائی کے سلسلے میں پاکستان کا تعاون حاصل کرسکتی ہیں۔

5۔ پاکستان میں تیل کی کمی ہے لیکن ترکمانستان میں وسیع پیمانے پر تیل پایا جاتا ہے۔ پاکستان اپنی توانائی کو پورا کرنے کے لیے اس سے تیل حاصل کر سکتا ہے۔اور بدلے میں ترکمانستان کو خوردنی اشیاء ادویات، دیگر اشیائے ضرورت دے سکتا ہے۔تاکہ دونوں ملکوں کا زرمبادلہ بچ سکے۔

6۔ پاکستان نے کرغستان اور قازقستان سے باضابطہ طور پر ہوائی سروس کا اجراء کردیا ہے لہذا تینوں ملکوں کے مابین تجارت کو فروغ دینے میں مدد مل سکتی ہے۔

7۔ ازبکستان میں سونے اور تیل کے ذخائر وسیع پیمانے پر پائے جاتے ہیں۔ازبکستان کو سونے اور تیل کی فروخت کے لئے پاکستان بہترین منڈی ثابت ہوسکتا ہے۔

8۔اگست 1992ء میں پاکستان، ازبکستان، تاجکستان اور افغانستان کے سربراہوں کے مابین ایک معاہدے پر دستخط ہوئے لیکن یہ معاہدہ اس لیے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا کہ افغانستان میں امن قائم نہیں کیا جاسکا اور جب تک افغانستان میں امن قائم نہیں ہوجاتا اور زمینی اور فضائی آمدروفت کو یقینی بنایا جاتا اس وقت تک چمن کو جلال آباد سے اور مزار شریف کے ذریعے وسط ایشیائی ریاستوں کے مابین رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔اگر اس معاہدے پر عمل ہوجائے تو پھر کراچی اور تاشقند کے مابین 2100 کلومیٹر کا فاصلہ کم ہوسکتا ہے۔

9۔ مواصلاتی رابطوں کی تکمیل سے آزادانہ تجارت کو فروغ ملے گا اور گوادر اور پسنی کی بندرگاہیں وسط ایشیائی ریاستوں کے لیے بیرونی مال کے منگوانے کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ پاکستان نے اپنے بندرگاہوں کے ذریعے وسط ایشیائی تمام تمام مسلمان ریاستوں کو راہداری کی سہولتیں فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

10۔ آذر بائیجان، قازقستان، تاجکستان، ترکمانستان اور ازبکستان کے پاس زرمبادلہ کے ذخائر نہ ہونے کے برابر ہیں۔انہیں اس طرح بڑھایا جاسکتا ہے کہ پاکستان اور ان ممالک کے مابین تجارت بڑھانے کے منصوبے بنائے جائیں تاکہ ان ممالک کے زرمبادلہ کے ذخائر بھی بڑھائے جاسکیں۔

ازبکستان کی خارجہ پالیسی: ازبکستان دسمبر 1991ء میں آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ (CIS) کا ممبر بنا لیکن یہ دوبارہ ضم ہونے کے خلاف تھا۔اس لیے 1999ء میں اس تنظیم کے باہمی دفاع کے معاہدے سے الگ ہوگیا۔ازبکستان نے تاجکستان میں خانہ جنگی پر قابو پانے والی آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ اور اقوام متحدہ کے دستوں کے ساتھ اپنی فوجیں بھیجیں۔ازبکستان امریکی دہشت گردی کے خلاف بننے والے اتحاد میں شامل تھا۔ازبکستان اقوام متحدہ اتحاد برائے امن، اسلامی کانفرنس کی تنظیم OIC، تعلیم برائے دفاع اور تعاون یورپ اور اقتصادی تعاون کی تنظیم ECO کا ممبر ہے۔ازبکستان (Centeral Asian Unions) کا بھی ممبر ہے جو کہ قازقستان، کرغستان اور تاجکستان پر مشتمل ہے۔ازبکستان کا بھی ممبر ہے۔

ازبکستان کے وسط ایشیائی ریاستوں کے تعلقات: ازبکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم چیلنج دوسری وسط ایشیائی ریاستوں کے تعلقات قائم کرنا ہے۔دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات مقابلے اور تعاون کی فضا میں قائم ہورہے ہیں۔ان ریاستوں میں بہت سی قدریں مشترک ہیں۔مثلاً ان کا معاشی نظام ایک جیسا ہے جس کی زیادہ بنیاد خام مال پر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مقابلے کی فضا نے ان کے درمیان کشیدگی کو بھی جنم دیا ہے۔جس کی ایک واضح مثال مئی 1993ء میں ازبکستان کا قدرتی گیس کے بہاؤ کو کرغستان کی طرف جانے سے روکنا تھا جس کا مقصد کرغستان کی نئی کرنسی متعارف کرانے پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

کشیدگی کی ایک دوسری اہم وجہ دوسری وسط ایشیائی ریاستوں کا یہ خوف تھا کہ ازبکستان اس علاقے میں ایک برتر پوزیشن حاصل کرنا چاہتا ہے۔کیونکہ ازبکستان کی سرحد تمام دوسری ریاستوں سے اسے ملاتی ہے۔اس وجہ سے اس ریاست کو دوسری تمام ریاستوں پر جغرافیائی لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔اس خوف کو ابزکستان کے اس دعوے سے بھی تقویت ملتی ہے۔کہ اس کا کرغستان، ترکمانستان قازقستان کے کچھ علاقوں پر حق ہے۔ازبکستان کی آبادی بھی ہے۔جس کی وجہ سے اس دوسری ریاستوں پر فوقیت حاصل ہے۔کیونکہ دوسری ریاستوں میں خاصی تعداد میں ازبک ہے۔تاجکستان میں خانہ جنگی کے دوران ازبکستان کی فوجوں کی کارکردگی نے بھی اس بات کو ثابت کیا یہ کہ ازبکستان کی فوج تمام ریاستوں سے بہتر ہے اور ایسے مفادات کی حفاظت کرسکتی ہے ازبکستان کی حکومت نے بھی اعلان کیا ہے کہ ازبکوں کی حفاظت کے لیے جو ازبکستان کی سرحدوں کے باہر رہتے ہیں ازبکستان کی حکومت کو حق ہے کہ وہ ان کے تحفظ کے لئے مداخلت کرے۔

سیاسی اور معاشی معاملات تقاضا کرتے ہیں کہ ازبکستان دوسری وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ تعاون کو فروغ دے۔معاشی مسائل سے نکلنے اور روس پر انحصار کم کرنے کے لئے بھی وسط ایشیائی ریاستیں آپس میں تعاون پیش کو فروغ کے لئے خاص طور پر قازقستان اور کرغستان کے ساتھ تعلقات زیادہ مفید ہوسکتے ہیں۔قازقستان اور ازبکستان نے جنوری 1994ء میں اس بات پر اتفاق کیا کہ ایک معاشی زون قائم کیا جائے جس کے ذریعے سامان، سروسز اور سرمائے کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
Download free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

آزادانہ گردش دونوں ممالک کے درمیان وسیع معاشی تعاون کا باعث بنے گی۔ بجٹ ٹیکس، سروسز، سرمایہ کسٹم ڈوٹی اور کرنسی کے بارے میں جو ریاستیں جو دیوے کررہی تھیں، ازبکستان اور قازقستان نے ان دعووں کو حقیقت کا روپ دیا ہے۔ بعدازاں کرغستان بھی اس معاہدے کا حصہ بن گیا۔اس معاہدے کا نتیجہ ہے کہ سینٹرل ایشین بینک قائم ہوا اور کونسل قائم کی گئی جو دوطرفہ تعلقات کے فروغ میں مدد دے گی۔

سوال نمب 29: روسی مداخلت سے افغانستان میں پیدا ہونے والی صورت کا تنقیدی جائزہ لیں نیز پاکستان پر اس کا کیا اثر پڑا؟

جواب: روسی مداخلت سے افغانستان میں پیدا ہونے والی صورت حال: عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ روسی افواج نے 27 دسمبر 1979ء کو افغانستان پر حملہ کیا جس کے مقابلے میں افغان تحریک مزاحمت نے جنم لیا اور اس طرح روس کے خلاف جہاد افغانستان کا آغاز ہوا، یہ تصویر درست نہیں، حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں روسی فوج کی کارروائیاں اور اس کے خلاف افغان اسلامی تحریک کی مزاحمت داؤد کے دور میں شروع ہو چکی تھی۔، سردار داؤد روسی کے جی بی اور افغان کمیونسٹ پارٹی پی ڈی پی اے کی مشترکہ سازش کے نتیجہ میں ایک فوجی انقلاب کے ذریعے برسر اقتدار آیا تھا۔لہٰذا وہ روسی حکومت اور ان کے حاشیہ بردار افغان کمیونسٹوں کی ہر قسم کی جائز و ناجائز ناز برداریوں میں مصروف رہا۔وہ تاریخ کا یہ سبق فراموش کر بیٹھا تھا کہ استعماری طاقتوں کی حاشیہ برداری کا پھندا ایک مرتبہ گلے میں ڈالنے کے بعد آسانی سے نکالا نہیں جا سکتا، استعماری آقا?ں کی ہر خواہش بے چون و چراں تکمیل لازم ہو جاتی ہے اور ان کی خواہشیں لامحدود ہوتی ہیں۔روس اور اس کے ایجنٹا فغان کمیونسٹوں نے داؤد کو اپنے برادر نسبتی کے خلاف استعمال ہونے میں مدد کی بھاری قیمت وصول کی۔روس نے امداد کے نام پر مگ 21 طیارے ٹینک اور دیگر اسلحہ بڑی تعداد میں افغانستان پہنچایا، پھر فوجی ماہرین اور انسٹریکٹرز کے روپ میں ان فوجی طیاروں، ٹینکوں اور دیگر اسلحہ کا استعمال اور کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا یہ فوجی ماہرین اور انسٹریکٹرز کے روپ میں ان فوجی طیاروں، ٹینکوں اور دیگر اسلحہ کا استعمال اور کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا، یہ فوجی ماہرین ہزاروں کی تعداد میں افغانستان کے کونے کونے میں پھیل گئے اور ''پرچمیوں'' اور خلقیوں'' نیز افغان فوج میں موجودہ کمیونسٹ عناصر کی مدد سے اسلام پسندوں کو چن چن کر قتل کرنے لگے۔دا? د حکومت کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں پر چل رہی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب نور محمد ترہ کئی نے داؤد کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا تو اس آپریشن میں مگ 21 قسم کے 20 طیاروں اور 60 ٹینکوں نے حصہ لیا۔طیاروں کے پائلٹ روسی تھے، اس کے علاوہ اس ''انقلاب'' کی نگرانی کرنے کیلئے اس وقت چار ہزار روسی فوجی کابل میں موجود تھے۔۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روسی فوجیں داؤد کے وقت سے ہی افغانستان میں اپنے اہداف کی تکمیل میں مصروف تھیں۔دا? د نے جب ترہ کئی کے خلاف فوجی بغاوت کے ذریعے انقلاب برپا کیا تو اس عمل میں روسی فوج کی عملی اور اسلحی مدد شامل تھی۔ترہ کئی کا انقلاب تو تھا ہی کمیونسٹ انقلاب، اسی لیے اسے ''انقلاب ثور'' (سرخ انقلاب) کہا جاتا ہے۔لہٰذا اس عہد میں روس اور افغانستان کے مابین کوئی سرحد عملاً موجود نہ تھی، بلکہ بخارا، ترکمانستان اور تاجکستان کی طرح یہ بھی سویت یونین کا حصہ بن گیا تھا۔روسی فوجی دھڑا دھڑ افغانستان پہنچ رہے تھے اور مقامی کمیونسٹوں کی مدد سے اسلام پسندوں کے خلاف کریک ڈا?ن میں مصروف تھے۔

نور محمد ترہ کئی اور حفیظ اللہ امین کے سارے عرصہ اقتدار میں کمیونسٹ عناصر انقلاب اور اصلاحات کے نام پر اسلام پسندوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے، عوام الناس کی زمینوں اور املاک پر قبضہ، چادر و چار دیواری کے تقدس کی پامالی، فحاشی و عریانی اور شراب نوشی کے فروغ کے ذریعے معاشرے کی اسلامی اقتدار کی بیخ کنی میں مصروف رہے، جس پر افغان اسلامی تحریک نے عوامی سطح پر کمیونسٹوں کی مزاحمت کا فیصلہ کر لیا تھا۔ابتداء میں یہ مزاحمت صرف پُرامن احتجاج کی شکل میں تھی لیکن روسی اور افغان فورسز کا ریاستی ظلم و تشدد اور کمیونسٹوں کی غنڈہ گردی حد سے تجاوز کر گئی تو اس احتجاج نے مسلح مزاحمت کی شکل اختیار کر لی۔1978ء کے موسم خزاں تک تو افغانستان کے چپے چپے میں فوجی مظالم کے خلاف تحریک مزاحمت منظّم ہو چکی تھی۔کابل کے نواح میں بدنام زمانہ پل چرخی جیل جس کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی، اس میں پانی، بجلی اور Sanitation کا ابھی تک انتظام نہیں ہوا تھا، اسلام پسندوں سے بھر دی گئی تھی، ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق موسم خزاں میں سیاسی قیدیوں کی تعداد چار ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔اپریل 1979ء میں صوبہ کنڑ میں واقع گاؤں کیرالہ پر فوج نے یلغار کر دی اور اس گا?ں کے تمام باشندوں کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا، جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے جبکہ ان کے تمام مکانات کو مسمار کر کے اس گاؤں کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔اس سے قبل موسم بہار میں صوبہ نورستان کے عوام کے خلاف بھی سرخ فوج نے ظلم کے روایتی ہتھکنڈے اختیار کیے تھے جس کے جواب میں روسی اور افغان فوج کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔مارچ 1979ء میں صوبہ ہرات میں تعینات افغان فوج کے پورے گیریژن نے کمیونسٹ خلق حکومت کی طرف سے عوام کے قتل عام کے احکامات کو مسترد کرتے ہوئے بغاوت کر دی اور عوامی تحریک مزاحمت کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔اس طرح کئی روز تک ہرات پر مجاہدین کا کنٹرول رہا۔اس موقع پر سرکاری فوج کے جو دستے شہر کا کنٹرول حاصل کرنے آئے، انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور حکومت کے وفادار کئی فوجی اور روسی کمانڈوز مجاہدین کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔اس واقعہ میں سینکڑوں روسی فوجی اور ان کی خفیہ سروس کے اہلکار مارے گئے۔حکومت نے شہر کا کنٹرول حاصل کرنے کیلئے بمبار طیارے استعمال کیے جنہیں روسی پائلٹ چلا رہے تھے۔ٹینکوں اور توپوں کے ذریعے بھی شہر پر گولہ باری کی گئی، اس حملے میں شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، جب شہر کو راکھ کا ڈھیر بنایا جا چکا تو سرکاری فوج نے پیش قدمی کرتے ہوئے اس کے کھنڈار پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔مئی 1979ء میں جلال آباد میں کمیونسٹ حکومت کے خلاف عوامی احتجاج کو کچلنے کیلئے فوجی کارروائی کی گئی جس میں اسی طرح گن شپ ہیلی کاپٹرز، ٹینک اور توپوں کی مدد سے شہریوں کو بدترین

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ڈی اے ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
0334 5504551
Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام ، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

بمباری اور گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ان کا قصور یہی تھا کہ وہ افغانستان کا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کا مطالبہ کررہے تھے اور کمیونزم کے نام پر روس کا الحادی نظریہ جبراً مسلط کرنے کے خلاف مزاحمت کررہے تھے،اسی طرح کی صورتحال بامیان اور فیض آباد میں بھی پیش آئی، جہاں عوامی تحریک کے مقابلے میں سرکاری مشینری مکمل طور پر ناکارہ ہوگئی اور کمیونسٹ فوج نے بمباری اور گولہ باری کے ذریعے اسلام پسند عوام کی آواز کو دبادیا۔مئی 1979ء میں پکتیا میں سرکاری فوج کے ایک پورے بریگیڈ نے روس کی کٹھ پتلی ترہ کئی حکومت کے خلاف بغاوت کردی جبکہ اگست میں وادی کنڑ کے علاقہ اسمار میں تعینات فوجی یونٹ نے کمیونسٹ حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا اور مزاحمت کاروں سے مل کر صوبائی دارالحکومت چغہ سرائے (سید جمال الدین افغانی کے آبائی شہر) پر قبضہ کرلیا۔اگست میں ہی دارالحکومت کابل میں اسلام پسند عوام نے کمیونزم کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہرکرتے ہوئے حکومتی پالیسیوں کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔یہ تو عوامی جذبات اور حکومتی اقدامات کے مابین تصادم کی چند مثالیں ہیں۔دراصل پورا افغانستان اسلام پسندوں اور کمیونسٹوں کے مابین میدان جنگ کا منظر پیش کررہا تھا۔ملک کے کونے کونے میں پرچم، خلق اور فوج کے کمیونسٹ عناصر اسلام پسندوں کے قتل عام بھرے پڑے شہروں اور دیہات پر وحشیانہ بمباری، املاک پر قبضے اور خواتین کی آبروریزی کی کارروائیوں میں مصروف تھے اور روسی فوجی، کے جی بی کے ایجنٹ اور ماہرین کے لبادے میں روسی کمانڈوز اس عمل میں ان کی مکمل مدد اور راہنمائی کررہے تھے، جب روسی حکومت اور پالیسی سازاداروں نے صورت حال افغانستان کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے ہاتھ سے نکلتے دیکھی تو اپریل 1979ء میں ایک اعلیٰ سطحی روسی مشن افغانستان پہنچا، جس کی سربراہی روسی فوج کے مرکزی سیاسی شعبہ Glavpur کے سربراہ YepishevGeneral کررہے تھے۔یہ کمیشن ابھی افغان صورتحال کے حوالہ سے روسی حکومت اور فوج کی حکمت عملی ترتیب دینے میں مصروف تھا کہ روسی حکومت کی طرف سے ایک اور اعلیٰ ترین سطح کا کمیشن کابل بھیجا گیا جس کی قیادت GeneralPalovsky کررہے تھے، یہ وہی جنرل ہیں جنھوں نے 1968ء میں چیکوسلوا کیہ میں روسی جارحیت اور وہاں کمیونسٹ حکومت کے قیام کے فوجی آپریشن کی قیادت کی تھی، اس کمیشن کو کابل بھیجے جانے کا واضح مطلب یہی تھا کہ روسی پالیسی سازوں نے افغانستان میں چیکوسلوا کیہ کی طرز کی فوجی کارروائی کا فیصلہ کرلیا تھا۔جنرل پالوسکی کے ہمراہ 60 فوجی افسروں کی ایک ٹیم بھی افغانستان آئی تھی۔

ترہ کئی کا دور: صدر داؤد کے قتل کے بعد بیک وقت صدر اور وزیراعظم کے اختیارات سنبھال لیے۔نئی حکومت کو روس نے فوراً تسلیم کرلیا۔اس نے نئے انقلاب کو''انقلاب ثور'' قرار دیا۔ترہ کئی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی حکومت کے خلاف سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھیں۔لیکن جب کمیونسٹوں نے ترہ کئی حکومت نے مزاحمت کے خلاف تشدد سے کام لیا اور نہ صرف انقلاب مخالف عناصر کو ظلم وتشدد بنایا گیا بلکہ حکومت کے اپنے ہم نظریئے پرچم پارٹی کے افراد کی بھی گوشمال کی گئی اور پرچم پارٹی کے متعدد رہنماؤں کو افغانستان چھوڑ دینے پر مجبور کردیا گیا۔ترہ کئی حکومت کو عوام میں پذیرائی نہ ہونے کے باوجود اسے روس کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔حکومتی جبر وتشدد کے نتیجے میں افغان عوام افغانستان سے ہجرت کرکے پاکستان میں قیام پذیر ہونے لگے۔دسمبر 1978ء میں ترہ کئی نے روس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا کہ ہنگامی حالات میں اگر روسی فوج کو دعوت دی گئی تو وہ افغانستان میں داخل ہوسکیں گے۔اس معاہدے نے ہی آگے چل کر افغانستان میں موجودہ صورتحال پیدا ہوئی۔

ترہ کئی کا خاتمہ اور حفیظ اللہ امین کا اقتدار: نور محمد ترکئی کے قتل کے بعد ستمبر 1979ء میں ایک انقلاب کے نتیجے میں حفیظ اللہ امین نے حکومت سنبھال لی۔اس انقلاب کو روس نے پسند نہ کیا۔حفیظ اللہ امین کے چار ماہ کے مختصر دور میں افغانستان میں روسی فوج کی آمد میں اضافہ ہوا۔افغانستان میں حفیظ اللہ امین کی حکومت کو روس نے پسند نہ کیا۔افغان مجاہدین کی روسی مداخلت کے خلاف کارروائیوں میں تیزی آئی تو حکومت نے بھی ریاستی جبر میں اضافہ کیا۔جس سے بڑی تعداد میں افغان خاندان ہجرت کرکے پاکستان اور ایران میں داخل ہوگئے۔حفیظ اللہ کے دور میں افغان مجاہدین نے افغانستان کے اکثر علاقوں پر کنٹرول حاصل کرلیا اور حکومت اپنی حکمت عملی کے باوجود اس بغاوت کو کچلنے میں ناکام ہوگئی اور پورا ملک میدان جنگ بن گیا۔

روس کا حملہ: 25 دسمبر 1979ء کو روس نے افغانستان پر حملہ کرکے جلد ہی کابل اور کئی اہم شہروں پر قبضہ کرلیا۔27 دسمبر کو روسیوں نے حفیظ اللہ امین کو قتل کردیا اور روسی فوج کے سائے میں 28 دسمبر 1979ء کو پرچم پارٹی کا جلاوطن لیڈر ببرک کارمل صدر اقتدار میں آ گیا۔ببرک کارمل نے افغان مجاہدین کے خلاف روسی پالیسی کے عمل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔اس کے دور حکومت میں روس میں فی الفور افغانستان عوام پر مظالم کے اس حد تک انتہا کردی گئی کہ بالآخر اقوام متحدہ اور دیگر بیرونی ممالک بھی ان حالات کو نوٹس لینے پر مجبور ہوگئے۔

مجاہدین کی حرکت: مجاہدین کی دو جماعتوں نے تاجک رہنما احمد شاہ سعود اور رشید دوستم کے ساتھ اتحاد کرلیا اور انھوں نے مل کر کابل پر قبضہ کرلیا۔پروفیسر برہانی الدین ربانی نگران حکومت کے صدر مقرر ہوئے جبکہ فروری 1993ء میں انہیں مکمل صدارتی اختیارات حاصل ہوگئے۔اگرچہ ملک پر افغان مجاہدین کا اقتدار قائم ہوچکا تھا۔لیکن مجاہدین کی باہمی نااتفاقی سے حکومت ملک میں امن وامان بحال کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی اور افغانستان شدید خانہ جنگی کا شکار ہوگیا۔

طالبان کا دور: افغانستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال اور مجاہدین کی آپس کی لڑائیاں جس کی وجہ سے عوام مایوس اور بدظن ہوگئی۔ان حالات میں دینی مدارس کے طلباء ملک میں امن وامان اور نظام اسلام کے نفوذ کیلئے اٹھے اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک منظّم تحریک کی صورت میں انہوں نے دنیا بھر کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔طالبان 1994ء میں ایک مضبوط قوت بن کر ابھرے اور انہیں عوامی سطح پر ایک ملک کی حمایت حاصل ہوئی۔دسمبر 1994ء میں صدر پروفیسر برہان الدین اور ابن ربانی کی مدت صدارت ختم ہورہی تھی لیکن انہوں نے خانہ جنگی کے خاتمے کی طرف مزید عرصے کے لئے اقتدار اپنے پاس رکھا۔ادھر طالبان کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

قوت اور تعداد میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا اور انہوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ جس کے نتیجے میں وہ بغیر کسی لڑائی اور جانی نقصان کے افغانستان کا بڑے حصے پر کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ستمبر 1996ء میں طالبان نے کابل پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ کابل پر قبضے کے بعد سابق صدر برہان الدین اور گل بدین حکومت نے شمالی افغانستان کے رہنماء احمد شاہ مسعود اور رشید دوستم کے ساتھ طالبان کے خلاف اتحاد کیا۔ یہ اتحاد بعد ازاں ''شمالی اتحاد'' کے نام سے مشہور ہوا۔ طالبان نے شمالی اتحاد افغانستان کی جانب کامیابی سے پیش قدمی کی اور بالآخر افغانستان کے نوے فیصد علاقے میں طالبان کا قبضہ مستحکم ہوگیا۔ پاکستان اور سعودی عرب نے طالبان کی حکومت تسلیم کرلی۔ طالبان نے ملک میں اسلام کا نفاذ کیا۔ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے نام سے باقاعدہ وزارت قائم کی گئی۔ جس کا مقصد معاشرتی برائیوں کا سدباب اور اعلیٰ اقتدار اور نیکی کا فروغ تھا۔ قاتلوں اور منشیات فروشوں کو سزائے موت کے احکام جاری کیے گئے۔ فوری انصاف سے عوام کو بھی سکون ملا۔ تمام غیر سرکاری افراد سے اسلحہ واپس لے کر طالبان نے بدامنی اور بے چینی کی فضاء کا خاتمہ کیا۔ اس دور میں امید تھی کہ افغانستان تعمیر و ترقی کے نئے دور میں داخل ہو جائے گا لیکن تباہ کن حال ملک کے لیے ناکافی وسائل کی وجہ سے طالبان کوئی ٹھوس منصوبہ بندی نہ کر سکے اور نہ ہی باقی دنیا نے اس کی مدد کی۔ ملک میں امن قائم ہوا لیکن غربت نے ڈیرہ ڈال لیا۔

امریکی قبضہ اور حالات حاضرہ:

طالبان کے دور میں کچھ ایسے لوگوں نے افغانستان میں اپنے اڈے بنائے جو پہلے امریکہ کے منظور نظر تھے مگر جب امریکہ کو ان کی ضرورت نہ رہی تو وہ یکا یک امریکہ کی نظر میں دہشت گردوں میں تبدیل ہوگئے۔ ان میں اسامہ بن لادن اور اس کے حواری شامل تھے۔ جو افغان میں روس کے خلاف جہاد میں سرگرم تھے۔ 11 ستمبر 2001ء کے عالمی تجارتی مرکز (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کے حادثے کا الزام اسامہ بن لادن اور القاعدہ پر لگایا گیا۔ ان لوگوں کو طالبان نے پناہ دے رکھی تھی اور افغانی روایات کے مطابق انھیں دشمن کے حوالے نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس بہانے 7 اکتوبر، 2001ء کو امریکہ نے افغانستان پر پاکستان کی مدد سے حملہ کر دیا اور افغانستان پر قبضہ کرلیا۔ امریکہ نے بعد میں عراق پر بھی قبضہ کیا جس سے سوچا جا سکتا ہے کہ ایک تو اس نے عراق پر حملہ سے پہلے افغانستان میں ایسی حکومت کو ختم کیا جہاں سے ممکنہ مدد عراق کو جہاد کے نام پر مل سکتی تھی۔ دوسرے افغانستان اور عراق پر قبضہ کر کے اور پاکستان کو دباؤ میں رکھ کر امریکہ نے ایران اور کسی حد تک اسلام کے مرکز سعودی عرب کو گھیرے میں لے لیا۔ خلیج فارس میں اتنی زیادہ امریکی بحری طاقت قائم ہوگئی جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ امریکی ایما پر جرمنی کے شہر بون میں ایک افغانی حکومت کا قیام عمل میں آیا جس کے سربراہ حامد کرزئی تھے۔ 9 اکتوبر، 2004ء کو حامد کرزئی کو افغانستان کا صدر چن لیا گیا۔ موجودہ حالات یہ ہیں کہ حامد کرزئی کی کٹھ پتلی حکومت قائم ہے۔ افغانستان میں امریکی اور اتحادی فوج تا حال موجود ہے جو افغانستان کی اصل حاکم ہے۔ بھارت کا اثر و رسوخ افغانستان میں بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ بھارت اور امریکہ پاکستان کے صوبے بلوچستان جیسے علاقوں میں پرتشدد کاروائیوں اور دہشت گردی کو خوب فروغ دے رہے ہیں۔ 13 اور 14 مئی، 2007ء کو افغانی و امریکی فوج اور پاکستانی افواج میں آپس میں پہلی باقاعدہ جھڑپ ہو چکی ہے جس میں کچھ پاکستانی اور کچھ امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ امریکہ وقتاً فوقتاً پاکستانی علاقے میں متعدد بار میزائل پھینک چکا ہے جس سے سو سے زائد پاکستانی شہری ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہ کاروائیاں بعینہ اسی طرز پر ہوتی ہیں جیسے اسرائیل جنوبی لبنان میں کرتا ہے۔ 16 مئی کو ایک مزید جھڑپ میں افغانی قومی فوج کے چار افراد ہلاک اور ایک پاکستانی زخمی ہوا۔

پاکستان میں اسامہ بن لادن کے امریکیوں کے ہاتھوں قتل کے بعد 2014 میں امریکی فوج کی واپسی کے بعد نئی حکومت پروفیسر عبدالغنی کی سرد گی میں بنی ہے۔ جس کی سرتوڑ کوشش ہے کہ طالبان کو کسی طرح بات چیت کے ذریعے حکومت میں شریک کیا جائے۔ دوسری طرف طالبان بھی مشکلات کا شکار ہوگئے ہیں۔ کیوں کہ عراق میں بننے والی انتہا پسند داعش جس نے عراق اور شام کے بعض علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی ہے میں طالبان کے بعض دھڑے شامل ہوگئے ہیں۔ اس کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آنے والے دور میں افغانستان میں کیا حالات ہوں گے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک اتحادی افواج ملک میں رہیں گی افغان کٹھ پتلی حکومت قائم رہے گی۔ بعد میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

مجبور ہو کر صدارت کا عہدہ ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کر دیا اس لیے کہ وہ 1970ء کے عام انتخابات میں مغربی پاکستان میں کامیابی حاصل کرنے والی جماعت پیپلز پارٹی کے قائد تھے۔ بھٹو نئے آئین کے نفاذ تک صدر مملکت رہے۔ بعد ازاں 1973ء کے آئین کے تحت انہوں نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔

انتظامی اقدامات: اس وقت ملک شدید قسم کے عسکری، مالی اور سیاسی بحران کا شکار تھا۔ نئی حکومت نے کوشش کی کہ ایک طرف اندرونی طور پر انتظامی اقدامات کے ذریعے حالات کو بہتر بنایا جائے اور دوسری طرف غیر ملکی دوروں کے ذریعے عالمی برادری بالخصوص مسلم ممالک میں پاکستان کا وقار بحال کیا جائے۔

زرعی اصلاحات: انتظامی اقدامات کے سلسلے میں سب سے پہلے زرعی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ ان کے تحت انفرادی ملکیت کی حد 500 ایکڑ نہری زمین سے گھٹا کر 150 ایکڑ کر دی گئی۔ بارانی زمین کی حد 300 ایکڑ قرار دی گئی۔ باغات، فارم اور شکارگاہیں اس حد سے مستثنیٰ نہ تھیں۔ مقررین سے زائد زمین بلامعاوضہ بڑے زمینداروں سے لے لی گئی اور اسے مزارعین میں تقسیم کر دیا گیا۔

صنعتی اقدامات: صنعتی میدان میں سب سے اہم قدم دس بنیادی صنعتوں ملکیت میں لینا تھا۔ ان میں لوہا، فولاد، بھاری انجینئرنگ، موٹر گاڑیوں، ٹریکٹر بنانے، کیمیائی اشیاء، پٹرول کیمیکل، سیمنٹ، گیس، بجلی اور تیل صاف کرنے کی صنعتیں شامل تھیں۔ اگلے سال بناسپتی گھی کی صنعت بھی قومی تحویل میں لے لی گئی۔ بعد ازاں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 solvedassignmentsaiou.com Download Free Assignments from

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تمام بنک بھی قومی ملکیت میں آ گئے ۔اسی طرح بیمہ کا کاروبار بھی حکومت نے سنبھال لیا۔ان اقدامات کا ایک نقصان یہ ہوا کہ نجی شعبہ میں سرمایہ کاری ختم ہوگئی جس سے ملک میں صنعتی ترقی کو نقصان پہنچا۔

لیبر پالیسی: نئی لیبر پالیسی تشکیل دی گئی جس کا مقصد مزدوروں کو بہتر شرائط کار فراہم کرنا تھا۔

تعلیمی اصلاحات: تعلیمی میدان میں سب سے اہم قدم نجی شعبہ کے سکولوں اور کالجوں کا قومیانا تھا۔چنانچہ پنجاب وسندھ میں 178 کالج اور 3700 کے قریب سکول قومی تحویل میں لے لیے گئے ۔اس سے اساتذہ کی تنخواہوں اور شرائط ملازمت میں یکسانیت پیدا ہوگئی لیکن یہاں بھی یہ نقصان ہوا کہ نجی شعبہ میں نئے تعلیمی ادارے قائم ہونا بند ہو گئے ۔جس سے تعلیم کی توسیع متاثر ہوئی۔تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے جو اقدامات کیے گئے ان میں سب سے نمایاں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا قیام تھا جس میں خط و کتابت ریڈیو،ٹیلی وژن ٗ سیمینار وغیرہ کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔

1973ء کا آئین: یحییٰ خان نے برسر اقتدار آتے ہی آئین منسوخ کر دیا تھا۔نئے آئین کی تیاری ایک اہم قومی ضرورت تھی ۔اس کام کیلئے قومی اسمبلی نے 24 ارکان پر مشتمل ایک آل پارٹیز کمیٹی قائم کی تا کہ وہ آئین کا مسودہ تیار کرے ۔کمیٹی کا تیار کردہ مسودہ فروری 1973ء میں قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ آخر قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد 14 اگست 1973ء کو نئے آئین کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔

اس آئین کے اہم نکات یہ ہیں:

ا۔ یہ ایک اسلامی آئین ہے جس کے آغاز میں ہی خدا تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ اس آئین میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا گیا جس میں اصل اختیارات وزیراعظم کے ہاتھ میں تھے ۔وزیراعظم اور اس کے وزراء قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ تھے۔

۳۔ صدر مملکت کی حیثیت محض آئینی سربراہ کی تھی۔

۴۔ اس آئین کے تحت دو ایوانوں پر مشتمل مرکزی پارلیمنٹ قائم کی گئی۔ایوان بالا کو سینٹ کا نام دیا گیا اور ایوان زیریں قومی اسمبلی کہلاتی تھی۔اس کی معیاد پانچ سال تھی۔

۵۔ اس میں بنیادی حقوق کی تفصیل درج ہے اور ایسے رہنما اصول دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں حکومت ایسے اقدامات کرے گی کہ مسلمان اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

اسلامی سربراہی کانفرنس: 1974ء تک پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات کشیدہ تھے۔حکومت پاکستان نے بنگلہ دیش کے قیام کے بعد اعلان کر دیا تھا کہ جو ملک بنگلہ دیش کو تسلیم کرے گا۔پاکستان اس کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر لے گا۔مگر یہ پالیسی کامیاب نہ ہوئی اور ایک ایک کر کے دنیا کے اکثر ممالک اور اقوام متحدہ نے بنگلہ دیش کو ایک آزاد ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔1974ء میں جب لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تو کچھ مسلمان سربراہوں کی کوششوں سے دونوں ممالک کے اختلافات ختم کیے گئے ۔چنانچہ مجیب الرحمٰن لاہور تشریف لائے اوران کی آمد سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا۔

خارجہ حکمت عملی: حکومت بنگلہ دیش نے اور وہاں کے عوام نے پاکستانی عوام اور حکومت سے برادرانہ اور دوست تعلقات قائم کیے۔بنگلہ دیش نے اسلامی وزرائے خارجہ اور اسلامی سربراہ کانفرنس کے علاوہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں افغانستان کے سوال پر پاکستان کے موقف کی کھل کر حمایت کی ۔اسی طرح پاکستان نے بنگلہ دیش کو مشکل حالات میں مالی امداد فراہم کی ۔دونوں مسلم ممالک کے درمیان تجارتی تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے ۔کئی تجارتی وفود کا تبادلہ ہو چکا ہے اور مفید تعاون کی نئی راہیں کھل رہی ہیں۔

سوال نمبر 30: مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب اور نتائج کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کا جب بھی حقیقی اور غیر جانبدار ہو کر جائزہ لیا جائے گا تو اس کے مندرجہ ذیل اسباب نظر آئیں گے:

1۔ بنگالی سیاستدانوں کی الگ ملک کی خواہش: مشرقی بنگال سے تعلق رکھنے والے مسلم لیگی سیاستدانوں کی 1940ء سے ہی علیحدہ ملک کی خواہش تھی۔ بڑے مسلم لیگی سیاستدان حسین شہید سہروردی نے 1940ء کی قراردادِ پاکستان سے پہلے قائداعظم کو ایک کے بجائے دو مسلم ریاستوں کی تجویز دی تھی جس کو قائداعظم نے اصولی طور پر منظور کر لیا تھا تاہم دوقومی نظریہ ،جس کی بنیاد پر پاکستان بننے کی امید تھی کے کمزور پڑ جانے کے خطرے کے پیش نظر اس بات کو بعد میں طے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

2۔ سوشلسٹ ملحدین کا اثر ورسوخ: بنگال میں اسلام مخالف نظریاتی سوشلسٹ عناصر کا مضبوط ہونا اور ان کا آہستہ آہستہ عوامی لیگ کی قیادت میں جاتے رہنا۔ مارچ 1949ء میں قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد سوشلسٹ عناصر جن میں 90 ملحدین تھے ،نے باقاعدہ طور پر یہ طے کیا کہ اب ہمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ نہیں رہنا ہے۔اب ہم مشرقی بنگال کو ایک الگ سیکولر سوشلسٹ ریاست بنائیں گے جس میں مذہب کا کوئی کردار نہیں ہوگا۔ان سوشلسٹ ملحدین کو

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشاعتی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

آسان اسائنمنٹس 03455045451 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پاکستان سے نفرت اسلام سے نفرت کی وجہ سے تھی۔ یہ سوشلسٹ ملحدین زیادہ تر اسکول، کالج، یونیورسٹی کے اساتذہ، صحافی، ناول، کہانی اور ڈرامہ نویس تھے اور ان سب ذرائع سے عام افراد تک اپنا پیغام پہنچا رہے تھے۔

یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ پہلی پھانسی پانے والے محترم عبدالقادر ملاّ کو عوامی لیگی حکومت، عوام اور متعصب اسپیشل ٹربیونل سمیت کوئی بھی پھانسی دینا نہیں چاہتا تھا مگر سوشلسٹ ملحدین نے مین ڈھاکہ شہر میں کئی مہینوں تک چلنے والا طویل دھرنا دے کر اور پارلیمنٹ، سپریم کورٹ اور حکومت پر دباؤ ڈال کرا سے ممکن بنایا۔ یہ بات طے ہے کہ اگر عبدالقادر ملاّ کو پھانسی نہیں ہوتی تو پھر کسی کو بھی پھانسی نہیں ہوتی۔

3۔ جغرافیائی دوری: دنیا میں کوئی ملک ایسا موجود نہیں ہے جس کے دو خطوں کے درمیان 2200 کلومیٹر طویل فاصلہ ہو اور درمیان میں دشمن ملک موجود ہو۔

4۔ جغرافیائی پوزیشن: بنگلہ دیش جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کے پیٹ میں ہے یعنی بنگلہ دیش کے چاروں طرف بھارت ہے۔ بنگلہ دیش کی 95 سرحد بھارت سے لگتی ہے جس میں 83 خشکی اور 12 سمندری راستہ ہے۔

5۔ مفاد پرست لوگوں کی رہنمائی: جیسے لوگ ہوتے ہیں ویسے ہی اپنا رہنماء چنتے ہیں۔ مشرقی اور مغربی دونوں خطوں میں مفاد پرست لوگ عام عوام کی رہنمائی کر رہے تھے۔ عوام کو اچھائی کی طرف بلانے والے کمزور تھے اور برائی کی طرف گھسیٹنے والے مضبوط تھے نتیجہ یہ آیا کہ متحدہ پاکستان کے ہر ہر علاقے میں عوام نے مفاد پرست اور لالچی لوگوں کو اپنی رہنمائی کا منصب دیدیا۔

6۔ جمہوریت کو پنپنے نہ دینا: دنیا کا کوئی ترقی یافتہ ملک ایسا نہیں ہے جہاں جمہوریت نہ ہو۔ 1954ء سے ملک پاکستان پٹڑی سے اتر گیا تھا جب اگلے چار سالوں میں پانچ وزیر اعظم برطرف کیے گئے۔ اس وقت طاقت کا ٹرائیکا تین افراد کے پاس تھا جس میں سے ایک بنگالی تھا یعنی اسکندر مرزا جو غدار بنگال میر قاسم کا پڑپوتا تھا اور اب ایران میں دفن ہے، دوسرا لاہور کا غلام محمد اور تیسرا ایوب خان۔ ایوب خان نے ملک کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

7۔ جماعت کی پالیسی: 1971ء میں جماعت اسلامی کی کوئی نئی پالیسی نہیں بنی تھی بلکہ یہ پالیسی 1947ء سے اسلام دشمن قوتوں سے کشمکش کے تسلسل کی پالیسی تھی۔ بالکل اس طرح جیسے اگر آج اسفندیار ولی خیبر پختونخوا کی افغانستان سے الحاق کے لیے گوریلا جنگ شروع کر دے تو کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ایسا سمجھے کہ وہ حقوق نہ ملنے کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے، اس وقت فوج کی پالیسی جو بھی ہو محبِ اسلام و پاکستان اس کا مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح 1971ء میں ہر باشعور شخص کو پتہ تھا کہ عصبیت کے نعرے کے پیچھے اسلام دشمنی ہے۔

8۔ فوج کا کردار: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محبِ وطن قوتوں کو کسی طور پر بھی فوجی حکومت کو سپورٹ نہیں کرنا چاہیے۔ فوجی حکومت کا انجام صرف تباہی ہوتا ہے۔ یہ بات بھی واضح رہنا چاہیے کہ فوج سمیت پاکستان کے تمام اداروں میں بھی لالچی اور خود غرض لوگ اسی تناسب سے ہیں جس تناسب سے وہ عام معاشرے میں موجود ہیں۔ ایوب خان کے ذاتی عزائم کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

البتہ سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے جو لوگ فوج پر الزام لگاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ فوج کا اصل مقابلہ بھارت سے نہ تھا بلکہ اپنے ہی پاکستان آرمی کے بنگالی فوجیوں سے تھا جو لڑنے کا ہنر جانتے تھے۔ انہوں نے عام بنگالی جنگجوؤں کو سامنے رکھا ہوا تھا اور خود پاکستان کے مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے فوجیوں کو گھیر گھیر کر مار رہے تھے۔ ان دونوں کی مکمل عسکری، معاشی، سیاسی اور سفارتی سپورٹ بھارت کر رہا تھا۔ ایسے میں پاکستان کے فوجیوں نے بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا۔

فوج چاروں طرف سے گھر چکی تھی اور اس کے سامنے زیادہ تر عام بنگالی تھا جس کو مارنا انسانی اور اسلامی اصولوں کے سراسر خلاف تھا۔ لڑائی بارڈر پر نہیں ہو رہی تھی بلکہ گلی کوچے میں ہو رہی تھی جہاں اصل دشمن کو پہچاننا ناممکن تھا۔ جس صورتحال میں فوج کو بھیجا گیا تھا اس صورتحال میں اس سے بہتر حل ممکن نہ تھا جو فوج نے کیا۔ یہاں قربانی دینے کا نہیں بلکہ بنیادی انسانی اخلاقیات کے اصولوں کا معاملہ تھا۔

سقوطِ ڈھاکہ میں عام لوگوں کے لیے یہ سبق ہے کہ جب تک قوم کا اخلاق کردار درست نہ ہو جتنا چھوٹا ملک بھی بنا لیں عام عوام کو حقوق نہیں ملیں گے۔ 16 دسمبر 2017ء کو جب مغربی پاکستان کی طرف سے ظلم و ناانصافی کو ر کے ہوئے نصف صدی میں صرف چار سال رہ گئے ہیں، آج بھی دنیا بھر میں بنگلہ دیش کی پہچان سستی لیبر سے ہوتی ہے جو کہ 55 ڈالر ماہانہ ہے جبکہ پاکستان میں یہ ریٹ 130 ڈالر ماہانہ ہے۔ بنگلہ دیش میں سستی لیبر ریٹ کی یہ پہچان چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ عام بنگالی غربت اور بے بسی کی کیسی کربناک زندگی گزار رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قوموں کا اخلاق و کردار درست کرنے کے لیے نہ صرف اپنا اخلاق و کردار درست کرنا ہوگا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق و کردار کے لوگوں کو اپنا رہنماء بھی بنانا ہوگا۔ سقوطِ ڈھاکہ میں اسلام پسندوں کے لیے بھی یہ سبق ہے کہ وہ اپنی دعوت کو جلد سے جلد اور تیزی سے بڑھائیں اور اسی پر بنیادی توجہ مرکوز کریں کیونکہ کم افرادی قوت کا مطلب یا موت ہے یا مقصد سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے۔

سوال نمبر 31: مالدیپ کے سیاسی و معاشی حالات کا جائزہ لیں نیز اس کی خارجہ پالیسی کے اہم نکات بیان کریں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس اور امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب: مالدیپ کے سیاسی و معاشی حالات: جمہوریہ مالدیپ سری لنکا کے شمال مغرب میں 400 میل کے فاصلے پر 1200 جزائر کا ایک مجموعہ ہے ان میں سے 199 جزائر میں آبادی موجود ہے۔ 1500 قبل مسیح سے اس علاقے مین انسانی زندگی کے آثار ملتے ہیں۔ مالدیپ کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور آبادی کی اکثریت سنی مسلمان ہے۔ مالدیپ کا کل رقبہ 300 مربع کل میٹر ہے۔ 2005ء کے ایک اندازے کے مطابق 3 لاکھ انسٹھ ہزار ہے۔ مالدیپ کا دارالحکومت میلی (Male) ہے۔ مالدیپ کی کرروفیا ہے۔ مالدیپ کی سرکاری زبان ہے۔ جس پر عربی زبان کے اثرات زیادہ ہیں۔ مالدیپ کا موسم گرم مرطوب ہے۔ مالدیپ میں شرح خواندگی 97.29% ہے۔

جدید تاریخ: مالدیپ کا آئین یکم جنوری 1968ء میں بنا جس کی رو سے مالدیپ کو جمہوریہ قرار دیا گیا۔ صدر بیک وقت سربراہ مملکت بھی ہے اور سربراہ حکومت بھی۔ صدر کابینہ کا نامزد کرتا ہے صدر کو قانون ساز مجلس نامزد کرتی ہے جس کی تصدیق بعد میں قومی ریفرنڈم کے ذریعے کی جاتی ہے۔ صدر کا ریفرنڈم میں 51% ووٹ لینا ضروری ہے۔ صدر پانچ سال کے لئے منتخب ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ ایک ایوانی ہے۔ مجلس 50 ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جس میں سے 42 ارکان منتخب ہوتے ہیں اور 18 ارکان کو صدر نامزد کرتا ہے۔ مجلس کے ارکان 5 سال کے لئے چنے کرتے ہیں۔ ماموں عبدالقیوم یکم نومبر 1978ء سے صدر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ وہ 17 اکتوبر 2003ء کو پھر صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے ریفرنڈم مین 90.3% ووٹ حاصل کیے۔ 1988ء میں مامون عبدالقیوم کے خلاف ہونے والی بغاوت کو بھارتی فوجوں کی مدد سے ختم کر دیا گیا۔ لیکن 2003ء سے گورنمنٹ کے خلاف ہونے والے مظاہروں میں سیاسی اصلاحات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس پر گورنمنٹ نے جون 2005ء میں سیاسی جماعتوں کو ملک میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ پہلی پارٹی تھی جس کا الیکشن کمیشن میں اندراج ہوا۔ یہ اپوزیشن پارٹی ہے جو گورنمنٹ کے خلاف مظاہروں کی قیادت کر رہی ہے۔ دوسری پارٹی ہے جو الیکشن کمیشن میں رجسٹر ہوئی یہ صدر مامون عبد القیوم کی پارٹی ہے۔

قدرتی وسائل: مالدیپ کی معیشت کا دارومدار مچھلی کی صنعت پر ہے۔

صنعت: سیاحت مالدیپ کی سب سے بڑی انڈسٹری ہے جس سے مالدیپ کو 20% جی ڈی پی ملتا ہے۔ اور 60% زرمبادلہ ہے۔ گورنمنٹ کو 90% ٹیکس سیاحت سے متعلقہ ڈیوٹیوں اور سیاحت کے ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری ماہی گیری کی ہے حکومت ماہی گیری کی صنعت کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات کر رہی ہے۔ ماہی گیری کی میں لازمی قرار دیا گیا ہے۔ دوسری صنعتوں میں گارمنٹس، کشتی تیار کرنا، کشتی رانی اور دستکاری۔

زراعت: زراعت کا مالدیپ کی معیشت میں بہت کم کردار ہے جس کی بڑی وجہ کاشت کاری کے لئے موزوں زمین کا نہ ہونا ناریل، کیلا، آم، مرچ، آلو، پیاز کی پیداوار ہوتی ہے۔ زراعت کا ڈی پی میں 6% حصہ ہے۔

درآمدات و برآمدات: درآمدات میں پٹرولیم کی مصنوعات، جہاز، کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ اشیاء زیادہ تر سنگاپور متحدہ عرب امارت، ملائیشیاء اور تھائی لینڈ سے منگوائی جاتی ہیں۔ اہم برآمدات مچھلی اور کپڑا شامل ہیں۔ یہ اشیاء سری لنکا، جاپان اور برطانیہ کو برآمد کی جاتی ہیں۔

مالدیپ کی خارجہ پالیسی: 1966ء میں مالدیپ اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔ 1985ء میں مالدیپ برطانوی دولت مشترکہ اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا ممبر بنا۔ 1976ء میں مالدیپ غیر جانبدار ممالک کی تحریک کا ممبر بنا اور 1980ء میں سارک کا ممبر بنا۔ مالدیپ کے 90 سے زائد ممالک سے سفارتی تعلقات ہیں اور یہ متعدد عالمی اداروں کا ممبر ہے۔ ان میں ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، صنعتی ترقیاتی بینک، ایجنسی برائے عالمی ترقی وغیرہ شامل ہیں۔

مالدیپ نے عالمی مسائل پر ہمیشہ اصولی موقف اختیار کیا۔ مالدیپ کے اگرچہ مصر سے دوستانہ تعلقات تھے مگر اس نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر تنقید کی۔ عراق کے ساتھ قریبی تعلقات کے باوجود 1981ء میں ایران کے خلاف ہونے والی فوجی کارروائی کی مذمت کی۔ فلسطین کے مسئلے پر فلسطینیوں کی ہمیشہ اخلاقی اور مالی امداد کی۔ کیمبوڈیا اور افغانستان کے مسئلے پر مالدیپ نے فوجی کارروائی اور مداخلت کی مذمت کی اور فوجوں کے انخلاء کا مطالبہ کیا۔ 1990ء میں عراق کویت تنازعہ پر مالدیپ نے صدام حسین سے اپیل کی کہ کویت کو خالی کیا جائے۔

بھارت اور سری لنکا سے تعلقات: جغرافیائی قربت کی وجہ سے مالدیپ کے بھارت اور سری لنکا سے قریبی تعلقات ہیں۔ سارک تنظیم کی وجہ سے دوسرے ممالک کے ساتھ بھی مالدیپ کے تعلقات بہتر ہو رہے ہیں۔ مالدیپ نے سارک ممالک کے ساتھ ان کے باہمی مسائل پر مبہم پالیسی اپنائی اور کوئی قطعی رائے دینے سے ہمیشہ گریز کیا۔ کشمیر کے مسئلے پر مالدیپ کا موقف رہا ہے کہ دونوں ممالک باہمی گفتگو وشنید کے ذریعے مسئلے کے حل پر غور کریں۔

بھارت کے ساتھ مالدیپ کے قریبی تعلقات کی وجہ سے بھارت نے ہر میدان میں مالدیپ کی ہمیشہ مدد کی۔ 1974ء میں بھارت نے سٹیٹ بینک آف بھارت کی ایک برانچ مالدیپ کے دارالحکومت میل میں کھولی۔ 1975ء میں ایک ائر لائن نے دونوں ممالک کے درمیان کام کرنا شروع کر دیا۔ 1980ء میں مالدیپ اور بھارت کے درمیان تجارت کا معاہدہ ہوا۔ صدر قیوم نے 1983ء میں نیو دہلی کا دورہ کیا اور ایک ثقافتی معاہدے پر دستخط کیے۔ فروری 1986ء میں بھارت نے مالدیپ کو 210 ملین کی امداد دی جس سے 200 بستروں کا ہسپتال تعمیر کیا۔ بھارت نے 1988 کی فوجی بغاوت کے خاتمے مین بھی مالدیپ کی مدد کی۔

مالدیپ کے پاکستان کے ساتھ تعلقات: پاکستان کے ساتھ بھی مالدیپ کے قریبی تعلقات قائم ہو رہے ہیں۔ جنوری 1983ء میں صدر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03455054551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

قیوم نے پاکستان کا چھ روزہ دورہ کیا۔دوسری بار انہوں نے جنوری فروری 1984ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔نومبر 1981ء میں دونوں ممالک کے درمیان Air services کا معاہدہ ہوا۔ستمبر 1982ء میں ویزہ کے خاتمے کا معاہدہ ہوا۔نومبر 1983ء میں تعلیمی اور ثقافتی معاہدہ ہوا۔مالدیپ نے اپنا آئین بنانے کے لئے ایک پاکستانی قانون دان کی خدمات حاصل کیں۔1982ء میں پاکستان نے مالدیپ میں یونیورسٹی کے قیام کیلئے مدد دینے کا وعدہ کیا۔1982ء کے صدر کے دورہ کے بعد پاکستان نے میل میں موجود پاکستانی سفارتی مشن کو مکمل سفارت خانے کا درجہ دے دیا۔صدر ضیاء الحق کے 15 دسمبر 1985ء کے دورہ مالدیپ کے بعد پاکستان نے مالدیپ کو بلاسود قرضہ دیا تاکہ وہ پاکستان سے چاول، آٹا، سیمنٹ، مشینری اور سٹیل کی مصنوعات درآمد کر سکے۔

سوال نمبر 32: چین میں مسلمانوں کی مختصر تاریخ بیان کریں نیز کمیونسٹ انقلاب کے بعد چین میں مسلمانوں کے حالات کا تنقیدی جائزہ لیں۔

جواب: چین میں مسلمان: چین میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا 10 فیصد سے زیادہ ہے۔مسلمان اقلیت چین کے تمام علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔لیکن زیادہ تر مشرقی ترکستان جسے صوبہ سنکیانگ کا نام دیا گیا ہے میں آباد ہیں۔چین میں مسلمانوں کی تاریخ بہت پرانی ہے اور بدلتے ہوئے ادوار میں چینی مسلمانوں نے اپنے ثقافت اور اپنی مذہبی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے بہت جدوجہد کی ہے۔

چین میں مسلمان۔۔۔۔مختصر تاریخ: عرب تاجروں نے اسلام کے ابتدائی دنوں میں ہی چین کے ساحلی اور تجارتی علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیلا دی تھی۔قدیم سلطنتوں کے درمیان اسلام چین کے مختلف علاقوں میں پہنچا۔چین اور عرب کی اسلامی حکومت کے درمیان تعلقات بہت ہونے کی وجہ سے اسلامی افکار کو چین میں اپنی جگہ بنانے میں زیادہ دقت نہ ہوئی۔651ء سے 798ء تک 39 عرب نے سرکاری طور پر چین کا دورہ کیا جس سے عرب اور چین میں تجارتی روابط میں مزید بہتری آئی۔سنکیانگ چین اور ایران کے درمیان تجارتی شاہراہ ہونے کی وجہ سے اسلام سے زیادہ متاثر ہوا اور جلد ہی یہ مسلم اکثریت علاقہ بن گیا۔

1258ء میں منگولوں نے عباسی سلطنت کو ختم کرنے کے بعد ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو قید کر کے انھیں زبردستی اپنی فوج میں شامل کیا۔اسی فوج کی مدد سے منگولوں نے چین پر بھی اپنا تسلط قائم کیا۔یہ مسلمان مستقل طور پر چین میں ہی رہائش پذیر ہو گئے۔انھوں نے مقامی خواتین سے شادیاں کیں اور آج زیادہ تر مسلمان انھیں مسلمان قیدیوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسلام کی اشاعت کے لحاظ سے Ming(1368ء تا 1644ء) کے دور کو سنہرا دور کہا جاتا ہے۔بڑی تعداد میں منگول، Han اور Uygur لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ان نومسلموں کو Hui کا نام دیا گیا۔اس دور میں اسلامی نام بھی چینی زبان میں شامل ہوئے۔حسن کے Ha، اور سید کے لیے Sai کے الفاظ نظر آتے ہیں۔

Shing(1644-1911ء) دور میں نسبتاً اسلام مخالف پالیسی نظر آتی ہے۔Shing اقلیت میں تھے۔اس لیے حکومت کرنے کے لیے Divide & Rule کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے Hau فوجیوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔اسلامی عقائد پر پابندی عائد کی گئی اور مسلمانوں کو کافی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔1911ء میں Sun yet sen نے جمہوریہ چین کی بنیاد رکھی اور چین میں آباد تمام فرقوں سے یکساں سلوک کیا گیا۔چین کی اکثریتی آبادی کا تعلق بدھ مت سے ہے لیکن مسلمانوں کو بھی مذہبی آزادی حاصل تھی۔1949ء میں ماؤزے تنگ کی قیادت میں کمیونسٹ انقلاب سے چین میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔کمیونسٹ حکومت نے سرکاری سطح پر مذہب پر پابندی عائد کر دی۔مسلمانوں کو بدھ مت اور عیسائیوں کے ساتھ ساتھ مختلف مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔1966-67ء کے ثقافتی انقلاب کے دوران مسلمانوں کو اسلامی عقائد پر پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔1978ء میں حکومت نے ان پابندیوں میں نرمی کی۔مذہبی آزادی دے دی گئی۔مسلمانوں کو بھی اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ملی۔

سیاسی اور سماجی اداروں میں کردار: چین میں مسلمانوں نے اپنے مذہبی عقائد پر عمل درآمد کرنے اور اپنے لیے یکساں سیاسی اور سماجی حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد جاری رکھی ہے۔اس سلسلے میں پہلی بڑی کوشش 1861ء میں ترکستان (سنکیانگ) میں نظر آتی ہے جہاں حکومت وقت کی سختیوں اور پابندیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں نے بغاوت کر دی اور فوجاز، گولجاز، ختن، کاشغر اور یارقند کے علاقوں میں اپنی مستقل امارتیں قائم کر لیں۔اسی زمانے میں اتالیق غازی (یعقوب بیگ) کی شخصیت ابھری۔اس نے تمام امارتوں کو یکجا کر کے ایک خودمختار اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔اسے روس، چین، برطانیہ اور افغانستان نے تسلیم کر لیا۔عثمانی خلیفہ سلطان عبدالعزیز نے یعقوب بیگ کو امیر المومنین کے خطاب سے نوازا۔اس طرح عالمی سیاسی میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔اور آثار نظر آنے لگے کہ چین میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو جائے گی۔جس میں مشرقی ترکستان کی تمام مسلم قومتیں برابر کی شریک ہوں گی۔1877ء میں یعقوب بیگ کا انتقال ہو گیا اور یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

سیاسی برتری حاصل کرنے کی دوسری کوشش 1931ء میں کی گئی جب جاپان اور چین کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی تو مسلمانوں نے بھی عوامی پیمانے پر بغاوت برپا کر دی اور مچھی کے سوا تمام شہر آزاد کرا لیے اور مشرقی ترکستان کے اندر 21 نومبر 1933ء کو اسلامی جمہوریہ کا اعلان کر دیا گیا جس کا دارالحکومت کاشغر قرار پایا۔الحاج نیاز صدر اور علامہ ثابت وزیراعظم مقرر ہوئے لیکن یہ جمہوریہ زیادہ عرصے کام نہ کر سکی اور چین نے روس کی کمیونسٹ فوج کی مدد سے اس اسلامی سلطنت کو ختم کر دیا اور مشرقی ترکستان پہ قبضہ کر کے مسلمانوں پر پابندیاں سخت کر دیں۔مسلم رہنماؤں کو قتل کر دیا گیا۔بہت سے مسلمان باشندوں کو ترکِ وطن پر

0334 5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے ایم ایس اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

مجبور کر دیا گیا۔ باقی سبھی ہوئی مسلم آبادی کے قلوب واذہان سے اسلام کی محبت نکالنے کے لیے تمام مشرقی ترکستان میں سوشلسٹ نظریات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی گئی۔

1934-35ء میں چیئرمین ماؤزے تنگ نے 6000 میل پر لانگ مارچ کیا تو مسلمانوں کی بڑی تعداد ریڈ آرمی (Red Army) میں شامل ہو گئی تاکہ اپنی بقاء کے مستقبل کی حکومت میں جگہ پا سکیں۔

چیانگ کائی شیک کے خلاف جدوجہد میں بھی مسلمانوں نے چین کی کمیونسٹ حکومت کا ساتھ دیا۔ اس دور میں مشرقی ترکستان (سنکیانگ) میں برہان شاہدی اور عزیز سیف الدین نے مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حقوق کی جدوجہد جاری رکھی اور ان کی کوششوں سے 1950ء میں کی گئی۔ زرعی اصلاحات میں مساجد کو قومیانے کی سرکاری پالیسی سے دور رکھا گیا۔ نہ صرف مساجد سے منسلک جائیدادیں بھی مسلمانوں کے حوالے رہنے دی گئیں۔

انقلاب کے بعد: 1949ء سے 1966ء تک چینی مسلمانوں کے معاملات میں شدت کی پالیسی پر عمل پیرا رہا۔ اس میں بھی سرخ روس کا زیادہ ہاتھ تھا۔ 1966ء میں چین کے اندر ایک نیا انقلاب رونما ہوا جسے ثقافتی انقلاب کہا جاتا ہے۔ اس میں صدر لیو شاؤ سمیت متعدد بااثر افراد وعمال کو ترمیم پسندی کے الزام میں جماعت اور حکومت کے عہدوں سے برطرف کر دیا گیا۔ یہ انقلاب صدر ماؤزے تنگ کی قیادت میں برپا ہوا۔ یہی زمانہ دراصل جدید چین کی ترقی کا نقطہ آغاز ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کی حالت کے بارے میں متضاد بیانات ملتے ہیں۔ چونکہ اشتراکیت کے نقطہ نظر سے مذہب محض توہم پرستی کا درجہ رکھتا ہے اس لیے ایسے نظام میں اسلام اسلام جیسے انقلاب دین کو ایک اعلیٰ نظریہ کے طور پر گوارا کرنا یقیناً ممکن نہیں ہے۔ عملی طور پر مسلمان چین کے موجودہ دور میں کس حال میں ہیں؟ اس بارے میں حتمی بات کہنا آسان نہیں۔ البتہ موجودہ آئین کی رُو سے امتیازی سلوک کی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ مسلمانوں کے لیے حکومت کے مختلف اداروں میں نمائندگی کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

انھیں مذہبی آزادی دی گئی ہے جس کی رُو سے وہ اپنی مساجد اور گھروں میں اپنے عقائد کے مطابق عبادت کر سکتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تاہم چین کے اساسی منشور کی شق 88 کے مطابق چینی مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

۱۔ وہ مسلمان جن کا تعلق خالص چینی قومیت سے ہے۔

۲۔ وہ مسلمان جو دوسری اقوام سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی نہ کسی حیثیت سے چین کے باشندے تصور کیے جاتے ہیں۔

دونوں کو قانونی طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے البتہ دوسری قسم کے مسلمانوں کو بعض خصوصی حقوق وامتیازات حاصل ہیں جن کی بنا پر ان کی کثیر آبادی کے چوبیس علاقوں کو حقوق خوداختیاری حاصل ہیں۔ ان میں سنکیانگ، اور بغواور تنگسیہ ہوئی جیسی وسیع خودمختار ریاستیں بھی شامل ہیں۔

مندرجہ بالا تقسیم کے علاوہ چین کی موجودہ کمیونسٹ حکومت نے مسلمان آبادیوں کو آٹھ قوموں میں بانٹ رکھا ہے۔ ان کی مجموعی آبادی پانچ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ یوں یہ آبادی تمام چین میں پھیلی ہوئی ہے لیکن ان میں سے چھ تو صوبہ سنگ کیانگ، جو اب پورے مشرقی ترکستان پر محیط ہے۔ میں مقیم ہیں۔ یعنی اویغور، قزاق، قرغیز، ازبک، تاجک اور تاتار۔

ان حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ثقافتی انقلاب (1966ء) کے بعد چینی مسلمانوں کی حالت سنبھل گئی ہے۔ چین کے اندرونی حالات میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ بیرونی طور پر چین کے مراسم خاص طور پر اسلامی دنیا سے استوار ہو رہے ہیں چنانچہ حکومت مسلمانوں کے حقوق کی بحالی اور بہبود کے لیے مناسب اقدام کر رہی ہے۔

مشرقی ترکستان میں مسلمانوں کے حالات: عوامی جمہوریہ چین کو چھ خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں دو بلدیات، 22 صوبے اور پانچ خودمختار ریاستیں شامل ہیں۔ ان ریاستوں میں ایک سنکیانگ ہے جس کا قدیم نام مشرقی ترکستان تھا جو عظیم تر ترکستان کا ایک حصہ ہے۔ اس کا رقبہ 16 لاکھ 46 ہزار مربع میل ہے اور آبادی 80 لاکھ ہے جو مسلمانوں کی بار بار ہجرت اور غیر مسلم چینیوں کی آبادکاری کے باوجود آج بھی 94 فیصد مسلم اکثریت پر مشتمل ہے۔ یہ خطہ اگرچہ زیادہ زرخیز نہیں تاہم ملک کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسلم آبادی کا زیادہ حصہ زراعت پیشہ ہے جو ضرورت کے مطابق تمام اہم فصلیں پیدا کرتا ہے۔

سن کیانگ کا مرکزی شہر کاشغر ہے۔ جس کا نام موجودہ کمیونسٹ حکومت نے شمالی رکھ دیا ہے۔ یہ شہرت صدیوں تک مسلمان تہذیب وثقافت کا مرکز رہا۔ شہر کے بوسیدہ در و بام اور کھنڈرات آج بھی مسلم تہذیب کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس جمہوریہ کا صدر مقام ارمچی ہے۔ اس کے علاوہ یارقند، ختن، آتسو وغیرہ مشہور شہر ہیں۔ اشتراکی چین نے ان تمام اسلامی ناموں کو بدل کر خالص چینی نام رکھ دیے ہیں۔

''چین کی اشتراکی حکومت کے غلبے سے پہلے اس جمہوریہ میں مسلمانوں کی اپنی تعلیم وتربیت کے لیے ہزاروں ابتدائی مدارس تھے جن میں بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی اور ان میں تین لاکھ بچے زیر تعلیم رہتے تھے۔ 62 ہائی سکول تھے جو صرف عطیات پر چلتے تھے۔ ان میں 16 ہزار طلبہ کی تعلیم کا انتظام تھا۔ نیشنل ٹیوٹ کے نام سے ایک اعلیٰ درجے کا ادارہ تھا جس میں 8 سو طلبہ کی گنجائش تھی۔ تمام کتابیں ترکی زبان میں چھپتی تھیں۔ رسم الخط عربی تھا۔ ان تمام شہروں میں جگہ جگہ مساجد تھیں جن میں کثرت سے نمازی عبادات کے لیے جمع ہوتے تھے۔

۳۔ سن کیانگ کے علاوہ صوبہ کانسو میں بھی مسلمانوں کی تعداد 40 فیصد سے کم نہیں۔ یہاں ننگ سیانگ اور باوان قومیں رہائش پذیر ہیں۔ یہ صوبہ ماضی میں علماء و

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فقہاء کا مرکز رہا ہے۔امیر شکیب ارسلان کے مطابق کانسوشہر کی سینکڑوں مساجد خوبصورتی اور رونق کے لحاظ سے کسی بھی اسلامی شہر سے کم نہیں۔اس صوبے کے صدر مقام لن جاؤ ہے۔تنکسد یہ ہوائی، جہاں ہوئی قوم کے مسلمان رہتے ہیں، جمہوریہ ہے۔مسلمانوں میں یہ قوم سب سے زیادہ راسخ العقیدہ ہے۔انھوں نے ہمیشہ اپنے تشخص کو برقرار رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس ریاست میں بار بار شورشیں اٹھتی رہتی ہیں۔

ان کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی مسلمان قومیں بستی چلی آ رہی ہیں۔جیسا کہ شنگھائی میں سلاقوم۔یہ سب قومیں سانچو خاندان کے زمانہ اقتدار سے لے کر ثقافتی انقلاب کے آغاز تک چینی سامراج کے ہاتھوں مسلم چار سو سال تک تختہ مشق بنتی رہی ہیں اب:

''عوامی جمہوریہ چین نے اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان اور عرب ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کر رکھتے ہیں۔جس کی وجہ سے چین کے مسلمانوں کی حالت یقیناً بہتر ہوئی ہے کیونکہ ان تعلقات کی وجہ اکثر مسلم سیاح، سفارت کار اور ثقافتی وفود چین آتے جاتے رہتے ہیں۔نیز ہر سال خاصی تعداد میں چینی مسلمان حج کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں جن میں اکثر عربی زبان جانتے ہیں''۔

اگر وہاں چینی مسلمانوں کو محض مذہب کی بنا پر تنگ کیا جاتا، تو یہ بات عالمِ اسلام سے مخفی نہ رہ سکتی تھی۔چین کی قومی کانگریس میں مسلمانوں کو 3.34 فیصد نمائندگی حاصل ہے اور اس کے بعد نمائندگی مختلف کمپنیوں کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔بہت سے مسلمان جن میں عورتیں بھی شامل ہیں۔حکومت کے مناصب پر فائز ہیں مثلاً خود مختار ریاستوں کے گورنر صوبوں کے ڈپٹی گورنر اور بعض بلدیاتی اور انتظامی اداروں کے سربراہ۔

بعض اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ حکومت کی معاشی پالیسی اور سیاسی دوراندیشی کی وجہ سے تمام مسلم اکثریت کے علاقوں میں ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔بڑے بڑے صنعتی کارخانے کھول دیئے گئے ہیں جن سے مسلمان روزگار حاصل کر رہے ہیں۔پورے ملک میں مسلمانوں کے لیے پرائمری سکولوں کا

جال بچھا دیا گیا ہے۔سن کیانگ، پیکنا، لن جاؤ، ین چوان، سنگھائی، چن چاؤ اور دیگر مسلم اکثریت کے شہروں میں ثانوی مدارس اور کالج قائم کیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں مسلمان طلبہ عام سرکاری مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تمام شعبوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔

سوال نمبر 33: سترھویں صدی کے اواخر کی مسلمان سلطنتوں کے زوال کے اسباب بیان کریں۔

جواب: مسلمان سلطنتوں کا زوال: سترھویں صدی کے اواخر اور اٹھارویں صدی عیسویں کے آغاز میں مسلم سلطنتوں کا زوال تقریباً ایک ہی زمانے میں شروع ہوا۔مسلمانوں کے لئے زوال کا پیغام لانے والی پوری قومیں تھیں۔

(الف) ترکی:

i۔ ترکی کے زوال کا عمل سلطان محمد چہارم کے زمانے میں شروع ہوا۔جب ترکوں کو 1683ھ میں یورپی ملکوں سے شکست کھا کر ویانا کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔یہ پہلی بڑی شکست تھی جو یورپ کے میدان میں ترکوں کو ہوئی۔اس کے تین سال بعد ہی آسٹریا اور جرمن فوجوں نے بوڈاپسٹ کو ترکوں سے واپس لے لیا۔یہ شہر ڈیڑھ سو سال تک ترکوں کے زیرنگین رہا تھا۔1687ء میں یورپی ملکوں کی مشترکہ فوجوں نے موہاچز کی جنگ میں ترکوں کو شکست فاش دی۔یہ وہی مقام تھا جہاں ایک سو ساٹھ برس پہلے سلطان سلیمان ذیشان کے بادشاہ لوئی تمام اور اس کی حامی افواج کو عبرتناک شکست دے کر عیسائی بادشاہوں کی مشترکہ قوت کو توڑ ڈالا تھا۔

ii۔ موہاچز کی دوسری جنگ کے بعد یورپ سے ترکوں کی پسپائی شروع ہوگئی۔آسٹریا۔ہنگری، پولینڈ، پریشا اور دوسرے ممالک نے مل کر ترکوں کے خلاف محاذ قائم کیا۔روس ترکوں کے خلاف ہر منصوبے میں شامل ہوتا تھا۔اس نے 1106ھ میں ازعوف پر قبضہ کر لیا۔

iii۔ زوال کے دور میں یورپی اقوام کے ساتھ ترکوں کے معاہدے ہوئے جن میں پہلا 1110ھ میں کرلاوبے کے مقام پر ہوا۔ان معاہدوں کے بعد یورپ میں ترکی کے بیشتر مقبوضات اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔اور اس کی سیاسی حیثیت کمزور ہوگئی۔

(ب) ایران: دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے دوران ایران کی عسکری قوت بہت مضبوط تھی۔اور کسی دوسرے ملک کو اس پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔تاہم اٹھارویں صدی کے شروع میں جب مغوی حکومت کمزور ہوگئی۔تو روس نے 1715 میں سفارتیں بھیجیں۔یہ گویا ایران کی طرف توجہ کا پہلا قدم تھا۔اس کے بعد بیرونی طاقتوں نے ایران میں دخل اندازی شروع کر دی۔لیکن نادر شاہ افشار کے برسراقتدار آنے سے ایران دوبارہ مضبوط ہوگیا۔اس مختصر دور کے بعد ایران میں مسلسل زوال کا دور شروع ہوا۔جس کی انتہا پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران ہوئی۔جب انگریز اور روسی مل کر ایران پر قابض ہوگئے۔

(ج) برصغیر: برصغیر پاک و ہند میں اورنگزیب کی وفات کے بعد زوال کا ایسا دور آیا۔جس کو عظیم کوششوں اور قربانیوں کے باوجود زوال کے اس سیلاب کو نہ روکا جا سکا۔جہاں تک اندرون ملک مخالف قوتوں کا تعلق ہے۔احمد شاہ ابدالی اور مقامی والیان ریاست نے مرہٹوں کی جری اور سیاسی قوت کو پاش پاش کر دیا تھا۔اور اس کے بعد جنوبی ہند میں سلطان حیدر علی اور سلطان فتح علی ٹیپو نے ایک بڑی طاقتور اسلامی حکومت قائم کر لی تھی۔مگر باہر سے آئے انگریزوں نے سازشوں کا ایسا جال بچھایا کہ مسلمانانِ ہند سنبھل نہ سکے۔1857ء کی ناکام جنگ آزادی سے برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کا چراغ گل ہوگیا۔اور وہ غلامی کے تاریک اور ہولناک دور میں داخل ہوگئے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس/ مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مسلم سلطنتوں کے زوال کے اسباب: مسلم سلطنتوں کے زوال کے اسباب درج ذیل ہیں۔

1۔ **قرآن وسنت سے دوری:** مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی جوں جوں قرآن سے دور ہوتی گئی۔اس میں زوال کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے۔

2۔ **غیر اسلامی عناصر کا عمل دخل:** معاشرے میں غیر اسلامی عناصر کا عمل دخل ہوتا چلا گیا۔اس نے مسلمانوں میں خود غرضی اور نا اتفاقی کو جنم دیا۔

3۔ **شخصی حکومتوں کا قیام:** اسلام کے نظام مشاورت کی جگہ شخصی حکومتوں نے لے لی۔

4۔ **تحقیق وجستجو کا فقدان:** علمی تحقیق وجستجو جو کہ مسلمانوں کا خاصا رہی ہے۔اس میدان میں مسلمان وہ کارنامے سرانجام دینے کے قابل نہ رہے۔جوان کے آباؤاجداد نے دیئے تھے۔

5۔ **تعلیمی تنزل:** تعلیمی تنزل کسی بھی معاشرے کے لئے مہلک ترین بیماری ہے۔تحقیق وجستجو کے کام دوسری اقوام نے سنبھال لئے تھے۔مسلمان اپنے اسلاف کے علوم وفنون کی حفاظت نہ کر سکے۔مختلف علوم کے سلسلے میں قیمتی کتابیں دوسری اقوام نے لے لیں۔اوران کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔کسی شاعر نے اس حالت زار پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے۔

وہ علم وحکمت کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

6۔ **داخلی انتشار اور نا اتفاقی:** حکومت کے کارکنوں میں اتفاق واتحاد نہ ہونے کے برابر تھا۔اس وجہ سے ملک میں انتشار اور افراتفری پیدا ہوگئی تھی۔یہ وہ غیر یقینی صورتحال ہوتی ہے۔جو کہ لازماً زوال کا باعث بنتی ہے۔

سوال نمبر 34: اسلامی کانفرنس کے قیام ومقاصد بیان کریں۔نیز اس کی کارکردگی پر بحث کریں۔

جواب۔ اسلامی کانفرنس

قیام اور مقاصد: 20 اگست 1969ء میں مسجد اقصیٰ کے ایک حصے کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت نذرِ آتش کر دیا گیا۔مسلمانوں کے قبلہ روکی اس بے حرمتی پر پورے عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔دنیا کا کوئی ایسا ملک نہ تھا جہاں کے مسلمانوں نے یہودیوں کی دیدہ دلیری پر احتجاج نہ کیا ہو۔اس واقعہ نے مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر انھوں نے متحدہ ہو کر حرم کی حفاظت کا بندوبست نہ کیا تو اسرائیل مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے منصوبے کو عملی شکل دینے سے ہرگز نہ کریں گے۔اب یہ بات واضح ہوگئی کہ وقت آ گیا ہے کہ عالم اسلام کی حکومتیں متحد ہو کر ایک آواز سے اسرائیل خوخبردار کریں کہ وہ اپنے مذموم ارادے سے باز رہے۔چنانچہ سعودی عرب کی تحریک پر مراکش کے شاہ حسین نے ستمبر 1969ء میں رباط میں مسلمان ممالک کے سربراہان کی ایک کانفرنس بلانے کا اہتمام کای۔پچیس مسلمان ممالک کے سربراہان مملکت بادشاہ اور وزیر اعظم اکھٹے ہوئے۔اس اجتماع کا مقصد صرف ایک تھا۔بقول علامہ اقبال

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اعلان رباط میں مطالبہ کیا گیا کہ: "بیت المقدس کی جو حیثیت جون 1967ء سے قبل تھی بحال کی جائے اور فلسطین کے عوام کو ان کی جدوجہد آزادی میں مکمل حمایت بہم پہنچائی جائے"۔

اس کے علاوہ یہ بھی طے پایا کہ مسلمان ممالک میں باہمی صلاح مشورہ کو جاری رکھنے کے لیے ہر سال مسلمان ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجلاس منعقد کیا جائے۔اس موقع پر اسلامی کانفرنس کی تنظیم بنانے کا اعلان کیا گیا۔ابتدائی طور پر بیت المقدس کی حفاظت اور فلسطینی عوام کی حمایت ہی تنظیم کے مقاصد تھے لیکن پھر عالم اسلام کے کے مسائل کا حل ،مسلمانوں کے درمیان معاشی ،سماجی،ثقافتی ،تعلیمی اور سائنسی میدانوں میں تعاون ،سماجی ناہمواری اور نوآبادیاتی نظام کا مکمل خاتمہ،فلسطینی مسلمانوں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کی آزادی خدمت اور حقوق کی حفاظت بھی تنظیم کے مقاصد میں شامل ہوگئے اب یہ تنظیم دنیائے اسلام کے 57 سے زیادہ ممالک پر مشتمل ہے اور دنیا کے تقریباً 1.69 بلین مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کر رہی ہے۔اس تنظیم کے مندرجہ ذیل اہم ادارے ہیں:

ادارے

الف) اسلامی کانفرنس تنظیم کا سب سے اعلی ادارہ سربراہوں کی کانفرنس ہے۔ابتداء میں اس کے انعقاد کیلئے کوئی مدت مقرر نہ کی گئی تھی۔لیکن جنوری 1981ء مکہ مکرمہ (سعودی عرب) میں منعقدہ تیسری سربراہی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس ہر تین سال بعد منعقد ہوا کرے گی۔

ب) اس تنظیم کا دوسرا اہم ترین ادارہ "وزرائے خارجہ کی کانفرنس" ہے جس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ کسی بھی رکن ملک میں ضرور منعقد کیا جاتا ہے لیکن اگر مسلم امہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو وزرائے خارجہ کا غیر معمولی اجلاس بھی طلب کر سکتے ہیں۔اسلامی سربراہی اجلاس سے قبل وزرائے خارجہ کی کانفرنس اس کے لیے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی اسائنمنٹس ،گیس پیپرز ،ایل ایم ایس مشقیں ،ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے،آئی کام، بی اے،بی کام ، بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from aiou.com
solvedassignments
03455045151
کاشف مرزا

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ایجنڈا تیار کرتی ہے۔گزشتہ چند برسوں سے اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران مسلسل باہمی رابطے اور ایک اجلاس کے سلسلے کا آغاز بھی کیا ہے۔

ملحقہ ادارے:

۱۔ بین الاقوامی انجمن برائے اسلامی بنکاری، جدہ سعودی عرب، 1977ء
۲۔ اسلامی ایوان تجارت وصنعت، کراچی، پاکستان، 1979ء
۳۔ اسلامی مجلس برائے بین القوامی ہلال احمر، سعودی عرب، 1979ء
۴۔ اسلامی یکجہتی کھیلوں کی انجمن، ریاض، سعودی عرب، 1981ء
۵۔ اسلامی دارالحکومتوں اور شہروں کی تنظیم
۶۔ جہاز رانوں کی ملکیتی انجمن، جدہ سعودی عرب، 1981ء
۷۔ اسلامی سینٹ انجمن، انقرہ، ترکی، 1984ء

سربراہی کانفرنس: رکن ممالک کے سربراہان پر مشتمل کانفرنس ہر تین سال بعد ہوتی ہے جس میں عالم اسلام کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈا جاتا ہے۔بعض اوقات کسی رکن ملک کی خواہش پر یا کسی ہنگامی حالت میں غیر معمولی اجلاس ہی بلایا جاسکتا ہے۔اب تک اس تنظیم کے 10 معمولی اور تین غیر معمولی اجلاس ہو چکے ہیں۔جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

رباط	مراکش	20 ستمبر تا 25 ستمبر	1969ء	1
لاہور	پاکستان	22 فروری تا 24 فروری	1974ء	2
رملہ اور طائف	سعودی عرب	25 جنوری تا 29 جنوری	1981ء	3
کاسابلانکا	مراکش	16 جنوری تا 19 جنوری	1984ء	4
کویت	کویت	26 جنوری تا 29 جنوری	1987ء	5
ڈاکار	سینیگال	9 دسمبر تا 11 دسمبر	1991ء	6
	مراکش	13 دسمبر تا 15 دسمبر	1994ء	7
	پاکستان	23 مارچ	1997ء	پہلا غیر معمولی اجلاس
	ایران	9 دسمبر تا 11 دسمبر	1997ء	8
	قطر	12 نومبر تا 13 نومبر	2000ء	9
	قطر	5 مارچ	2003ء	دوسرا غیر معمولی اجلاس
	کوالالمپور	16 اکتوبر تا 17 اکتوبر	2003ء	10
	سعودی عرب	7 دسمبر تا 8 دسمبر	2005ء	تیسرا غیر معمولی اجلاس

اسلامی کانفرنس کی کارکردگی:

وزرائے خارجہ کی کانفرنس: اس کا اجلاس ہر سال ہوتا ہے جس میں سربراہی کانفرنس میں کیے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کی پیش رفت کا جائزہ لیا جاتا ہے کانفرس کا ایجنڈا تیار کیا جاتا ہے۔

اسلامی سیکرٹریٹ: پہلی اسلامی وزراء خارجہ کی کانفرنس میں جس میں بائیس مسلمان ممالک کے وزرائے خارجہ نے شرکت کی، ایک مستقبل اسلامی سیکرٹریٹ قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تاکہ اس تحریک کو جو رباط کانفرنس سے شروع ہوئی تھی، ایک تنظیم بنایا جاسکے۔کچھ نے اس کی مخالفت کی مگر ستر ہ ممالک نے جن میں پاکستان شامل تھا اس تنظیم کو قائم کرنے کی حمایت کی۔اسلامی سیکرٹریٹ قائم کرنے کا مقصد ایک ایسا ادارہ معرض وجود میں لانا تھا جو مختلف مسلمان ممالک کے درمیان رابطہ قائم کر سکے، کانفرنس کے فیصلوں پر عمل برآمد کرو اسکے اور مسلمان ممالک کے درمیان اقتصادی، ثقافتی، سائنسی اور روحانی رشتوں کو مضبوط تر کر سکے۔سیکرٹریٹ کا مقام جدہ میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔سیکرتریٹ کی سرکاری زبانیں، عربی، انگریزی، اور فرانسیسی قرار دی گئیں۔ملائیشیا کے سابق وزیراعظم عبدالرحمٰن کو سیکرٹریٹ کا پہلا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔موجود سیکرٹری جنرل ترکی کے ارملا دین ہیں۔

دوسری سربراہی کانفرنس (لاہور): اکتوبر 1973ء میں عربوں نے اسرائیل کو شکست دی اور مسلمان تیل پیدا کرنے والے ممالک نے مغربی ممالک کو تیل کی برآمد بند کر کے ایک نئی صورت حال پیدا کی۔جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے اور اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلمان سربراہان مملکت کی ایک اور کانفرنس منعقد کی جائے چنانچہ پاکستان نے سعودی عرب کے تعاون سے اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔دوسری اسلامی کانفرنس لاہور میں فروری 1974ء میں منعقد ہوئی۔اس میں اڑتیس ممالک کے سربراہان نے شرکت کی۔اس اجلاس میں نہ صرف ایک بار پھر بیت المقدس کو آزاد کرنے کے عہد

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی ، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

کی تجدید کی گئی بلکہ ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا جن سے مسلمان ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھے۔

تیسری سربراہی کانفرنس (مکہ): مسلمان سربراہان کی تیسری کانفرنس مکہ میں 1980ء میں منعقد ہوئی۔ میزبان کے فرائض سعودی عرب کی حکومت نے ادا کیے۔ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس حرم خانہ کعبہ کے سایہ میں منعقد ہوا جہاں عالمِ اسلام کے بارے میں ایک لائحہ عمل کا اعلان کیا گیا جسے اعلانِ مکہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس اعلان میں مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو زندگی کے ہر میدان میں اُجاگر کرنے پر زور دیا گیا اور اسلام کو مسلمان معاشروں میں جاری وساری کرنے کا اعادہ کیا گیا۔ کانفرنس کے بقیہ اجلاس مدینہ میں منعقد ہوئے

اسلامی بینک: اسلامی کانفرنس نے ایک اسلامی بینک بھی قائم کیا ہے۔ اس بینک میں مسلمان ممالک نے رقوم جمع کروائی ہیں، جو پسماندہ مسلمان ممالک کی مالی مدد کرتی ہیں اور ایسے منصوبوں کے لیے رقوم فراہم کرتی ہیں جن سے ان ممالک کی پسماندگی دور ہو سکتی ہے۔ اسلامی بینک بین الاقوامی سطح پر ایک اہم تنظیم بن کر ابھرا ہے۔

سوال نمبر 35: فلپائن میں اعلان آزادی کب ہوا؟ اس کے بعد مسلمانوں کے معاشی اور معاشرتی حالات کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: فلپائن کا مجمع الجزائر سات ہزار سے زائد جزیروں پر مشتمل ہے۔ یہ سب جزیرے بحرالکاہل میں انڈونیشیا سے سات سو میل شمال میں واقع ہیں۔ جزائر فلپائن کے موجودہ مسلمان علاقوں میں مجمع الجزائر سولو کی تاریخ سب سے قدیم ہے۔ شریف کریم المخدوم وہ پہلا مسلمان تھا۔ جو 1930ء میں سولو پہنچا۔ اس کی کوششوں سے اس علاقے کے لوگ اسلام سے روشناس ہوئے۔ دوسرا مبلغ ابوبکر تھا۔ اس نے سولو میں خلفائے راشدین کی طرز پر اسلامی حکومت قائم کی اور اسلامی شریعت نافذ کی۔

1971ء میں جب کہ مسلم جزائر پر راجہ سلیمان حکومت کر رہا تھا۔ تو اہل ہسپانیہ نے ان علاقوں کا رخ کیا۔ اور مسلمانوں کو شکست دی فلپائن میں سپین کے تین سو سالہ دور میں اقتدار میں مسلمانوں نے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی طور پر اپنے تشخیص کو قائم کر رکھا تھا۔ خاص طور پر مجمع الجزائر سولو اور اس کے قریبی علاقوں میں اسلام کی روایات قائم کرنے کی بھر پور کوشش کی۔

مئی 1898ء میں متحدہ امریکہ نے سپین کو شکست دے کر فلپائن پر قبضہ کر لیا۔ مگر سولو کے مسلمانوں نے امریکہ کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے دسمبر 1898ء میں معاہدہ پیرس کی رو سے جزائر سولو اور فلپائن کا الحاق کر کے مسلمانوں کے جذبہ آزادی اور اسلامی تشخص کو مجروح کیا گیا۔ مگر اس کے باوجود امریکی سرپرستی میں جزائر سولو کے مسلمان ہسپانوی دور حکومت کے مقابلے میں قدرے بہتر حالت میں اپنے مشاغل حیات کی ترقی و ترویج میں لگے رہے۔ جس کی وجہ سے معاشی طور پر انہیں زیادہ تکالیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ معاشرے میں ان کے سرداروں کی حیثیت محض علامتی رہ گئی تھی۔ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور حکومت کے کاروبار میں ان کی کسی حد تک شرکت بھی تھی۔ وہ انتخابات میں حصہ لیتے تھے۔ اور کبھی حزب اقتدار کا ساتھ دینے کی وجہ سے اعلیٰ منصب پر بھی فائز رہے نیز انہیں مذہب کے معاملے میں آزادی حاصل رہی۔ لیکن ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں سپانوی عہد کے مقابلے میں مقامی لوگوں میں اسلام قبول کرنے کا رجحان کم ہو گیا۔ تبلیغ اسلام کا جو کام صدیوں پر محیط تھا۔ اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا تھا۔ اس دور میں رک گیا۔ یہ صورت یہ صورتحال تقریباً 1941ء میں جاپان نے چین کے علاوہ فلپائن میں بھی اپنے قدم جما لیے۔

جاپان نے بھی امریکہ کی طرح فلپائن کی آزادی کو برقرار رکھا اور لبرل گروپ جو پہلے سے جاپان کا مداح تھا۔ اس کو اقتدار سونپ دیا۔ لیکن ملک میں اپنی بنیاد قائم رکھنے اور امن وامان کے قیام کے لئے جاپانی جوفوں کو ہمہ وقت چوکس رکھا۔ اقلیتوں کے سواد اعظم نے جاپان کی موجودگی کو بری طرح محسوس کیا۔ اور امریکہ کی مدد سے نئی حکومت کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھی۔ فلپائن میں دو خارجی طاقتوں کی موجودگی اور ان کی باہمی جنگ نے مقامی سوسائٹی کو اضطراب اور انتشار میں مبتلا کر دیا۔ یہ صورتحال 1945ء تک قائم رہی۔ جب ناگاساکی اور ہیروشیما پر امریکہ نے ایٹم بم گرائے اور جاپان نے شکست تسلیم کی۔ اس طرح فلپائن میں ایک بار پھر امریکی اقتدار قائم ہو گیا۔ 4 جولائی 1946ء از فلپائن امریکی باشندوں کے لئے چند ایک مراعات اور ترجیحات حاصل کرنے کے بعد امریکہ کی آزادی کا اعلان کر دیا۔

اعلان آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت:۔ معاہدہ پیرس سے قبل مسلمان جزائر سولو میں آزادانہ زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا الگ سیاسی اور سماجی نظام تھا۔ جس کے تحت ان کا قومی تشخص قائم تھا۔ اب معاہدے کے بعد فلپائن سے الحاق کے نتیجے میں ان کا سیاسی زوال شروع ہوا۔ اعلان آزادی نے بھی ان کو کچھ نہ دیا۔ کیونکہ ان کے لئے یہ صرف آقاؤں کی تبدیلی تھی۔ امریکہ کے بعد ان پر فلپائنی عیسائی مسلط ہو گئے۔ جنھوں نے ان کو مراعات دینے کی بجائے ان کے شہری حقوق سلب کر لئے۔ اس طرح

مقامی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو گیا۔ ملک میں دیگر اقلیتوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان حالات میں 1951ء میں مرکزی زون میں بغاوت اٹھی۔ کہ ان کو آزاد قوم کی طرح حقوق دیئے جائیں۔ اور ملک میں دل وانصاف اور رواداری کے اصولوں پر عمل کی جائے۔ یہ حالت دس سال تک قائم رہی۔ اس کے بعد فلپائن کے سیاسی اور معاشی حالات بہتر نہ ہو سکے۔ انہوں نے 1970ء میں مورو لبریشن فرنٹ کے نام سے عسکری تنظیم بنا کر مسلح بغاوت کا آغاز کیا۔ اور حکومت سے آزاد مورو لینڈ کا مطالبہ کیا۔ فلپینی مسلمانوں کی تنظیم اور ان کے مطالبہ آزادی کو 1971ء میں پہلی بار اسلامی کانفرنس نے تسلیم کیا ان کی اخلاقی مدد کی۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اوران کے موقف کی تائید کی۔سیاسی انتشاراورفرقہ وارانہ فسادات اورمعاشی استحکام کے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔1972ء میں فردیسند ماکوس نے سول حکومت کا خاتمہ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا۔اورکرسی صدارت سنبھال لی۔

مسلمان آبادی کی ساخت:۔ اسلام فلپائن کا سب سے قدیم توحیدی دین ہے۔14ویں صدی میں خلیج فارس،جنوبی بھارت اورملائی سلطنتوں کی طرف سے مسلمان تاجروں کی آمد کے ساتھ اسلام فلپائن میں پہنچ گیا تھا۔امریکی محکمہ برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی 2010 کی رپورٹ کے مطابق،فلپائن میں مسلم آبادی 5 سے 9 فیصد کے درمیان ہے۔جب کہ آبادی کی اکثریت رومن کیتھولک ہیں،کچھ نسلی گروپوں میں پروٹسٹنٹ،غیر مذہبی،بدھسٹ اورمظاہر پرَست ہیں۔

تاریخ: 1380 میں شیخ کریم المخدوم پہلے عرب تاجر تھے جنہوں نے پورے فلپائن میں تجارت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے ذریعے سُولو مجمع الجزائر اور جولو میں اسلام کو پھیلایا۔1390 میں 'منانگ کاباؤ' کے ولی عہدراجا'باگوئندہ'اوران کے پیروکاروں نے ان جزائر پر اسلام کی تبلیغ کی۔شیخ کریم المخدوم مسجد فلپائن میں پہلی مسجد تھی جو سی مونل کے منڈاناؤ میں چودہویں صدی میں قائم کی گئی تھی۔بعد میں ملائیشیا اورانڈونیشیا کے عرب قافلوں کی طرف سے سفر سے فلپائن میں اسلام کو مضبوط بنانے کے میں مدد ملی۔فلپائن میں قائم اسلامی صوبے سلطنت ماگوئنداناؤ،سلطنت سولو،سلطنت لاناؤاورجنوبی فلپائن کے دیگر حصوں پر بھی مشتمل تھے۔

اگلی صدی میں فلپائن کے جنوبی سرے جہاں کی آبادی مظاہر پرست تھی وہاں بھی اسلام سولو جزائر تک پہنچ گیا تھااورانہوں نے جوش وخروش کے ساتھ اسلام کے لیے کام کیا۔پندرہویں صدی تک،لوزون (شمالی فلپائن)اورجنوب میں مینداناؤ کے جزائر کے نصف بورنیو کے مختلف مسلم سلطنتوں اورجنوب میں زیادہ تر آبادی نے اسلام قبول کیا۔تاہم،ویسایا میں زیادہ تر آبادی ہندو بدھ مت طرف راغب تھی- یہاں راجاؤں اورداتو تھے جنہوں نے سختی سے اسلام کے خلاف مزاحمت کی۔ پندرہویں صدی میں،اسلام سولو جزائر میں پہنچ چکا تھااوروہاں سے مینداناؤ پہنچا،1565ء میں منیلا کے علاقے میں پہنچ گیا تھا۔مقامی آبادی کی طرف سے کہیں کہیں مزاحمت تھی۔

مورو: ہسپانویوں نے فلپائنی مسلمانوں اورمنڈاناؤ کے قبائلی گروہوں کومورو(ہسپانوی:Moors)نام دیا تھا۔موروقوم منڈاناؤ میں ایک آزاداسلامی صوبہ بنام بنگسا موروقائم کرنے کی کوشش کررہی ہے۔یہ نام ہسپانوی کے لفظ مورو کے ساتھ ایک پرانا ملائی لفظ بنگسا ملانے سے وجود میں آیا ہے جس کے معنی قوم یا ریاست کے ہیں۔مورو میں ایک اہم بغاوت فلپائن-امریکی جنگ کے دوران ہوچکی ہے۔تنازعات اوربغاوت ماقبل نوآبادیاتی دور سے ہی فلپائن میں جاری ہے۔موروقبائل کا ایک اورمطالبہ سُبا علاقائی تنازع سے متعلق بھی ہے۔

مینداناؤ: مسلم مینداناؤ کا خودمختارعلاقہ (ARMM) فلپائن میں مسلم صوبوں پر مستقل علاقے کو کہا جاتا ہے۔جن میں باسیلان،لاناؤ،ماگوئنداناؤ،سولو اورتاوی تاوی اورمسلم اکثریتی شہرمراوی بھی شامل ہ?ں۔یہ واحد فلپائنی خطہ ہے جہاں اس کا اپنا اسلامی نظام حکومت قائم ہے۔علاقائی دارالحکومت کوتاباتو شہر ہے،گویہ شہراس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

مراوی: مراوی شہرعلاقہ جنوبی لاناؤ کا مرکزی شہر ہے جوفلپائن کے جزیرہ مینداناؤ پرواقع ہے۔باشندگان مراوی شہرکومراناؤ کہا جاتا ہےاوریہ مراناؤزبان بولتے ہیں۔2007ء کی مردم شماری کے مطابق مراوی شہرکوشہری علاقہ کا درجہ دیا گیا ہےاورآبادی 177,391افراد پر مشتمل ہے۔مراوی شہر مسلم اکثریت والا علاقہ ہے جہاں 90 فیصد مسلم آبادی ہے۔نشہ آوراشیاءاورجوا قانوناً ممنوع ہے،تاہم غیر مسلم آبادی اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کی رپورٹ کے مطابق فلپائن میں دوسری قومیتوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی شرح دس فی صد ہے۔اورآبادی پچاس لاکھ ہے۔عہدقدیم سے ہی جزائرسولواورمنڈاؤنا میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔جس کومارشل لاءحکومت نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اقلیت میں بدلنے کی کوشش کی لسانی اور نسلی لحاظ سے مسلمان بارہ گروہوں میں منقسم ہیں۔ان میں مراناؤ،تاؤسک اورماگاندانوجماعتوں یاقبیلوں کے افراد کی تعدادزیادہ ہے۔تاہم مارشل لاء کے حالات نیان کوشعوربخشا کی ان کی بقاءاورآزادی کارازاتفاق واتحاد میں مضمر ہے۔یہی وجہ ہے کہ فوجی راج کے باوجودان کے مطالبہ آزادی میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔بلکہ وقت کی رفتار کے ساتھ اس کی حرکت میں سرعت پیداہوئی ہے۔

معاہدہ طرابلس: 1973ء میں اسلامی کانفرنس کے ایماء پر چارمسلم ممالک لیبیا'سعودی عرب'صومالیہ اورسینیگال کے وزرائے خارجہ پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فلپائن کے مسلمانوں کے مطالبہ آزادی کا کوئی باوقار حال تلاش کرنے میں مدد دے سکیں۔اس کمیٹی کا ایک اجلاس 23 دسمبر 1976ء کولیبیا میں منعقد اہوا جس میں متفقہ طور پر سفارش کی گئی کہ جنوبی فلپائن میں مسلم اکثریت کے ایک علاقے کو جوتیرہ صوبوں پر مشتمل ہے خودمختار بنادیا جائے موروینشنل لبریشن فرنٹ نے بھی اس تجویز کومنظور کیا۔نیز یہ تجویز دی گئی کہ دفاع اورخارجی معاملات کے شعبے مرکزی حکومت کے تحت رہیں گے جبکہ علاقائی حکومت اورعلاقائی اسمبلی کووسیع اختیارات حاصل ہونگے جس میں علیحدہ امن فوج کے قیام کا حق بھی شامل ہوگا۔

فروری اوراپریل 1977ء میں اس منصوبے پرمزید بات چیت ہوئی لیکن معاہدہ کی تعبیروتشریح میں اختلافات کی وجہ سے یہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔بالآخرصدر مارکوس نے اپریل 1977ء ہی میں استصواب کے حق میں یہ فیصلہ صادر کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق کیا کہ عہدنامہ طرابلس کے مطابق ایک خودمختار مسلم وحدت

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی کی انفرادی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اورتھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کی بجائے دوآزادعلاقے ہوں گے جو پانچ پانچ صوبوں پر مشتمل ہونگے ۔اس طرح تیرہ صوبوں کی بجائے دس صوبوں کی خودمختاری کوتسلیم کرلیا گیا بقیہ تین صوبے معدنی دولت، تیل سونا اور یورنیم سے مالا مال ہیں اس لئے مارکوس کی حکومت نے ان سے دستبردار ہونا پسند نہیں کیا۔

1977ء کے اواخر میں فلپینی مسلمانوں کو دھچکا لگا۔مورونیشنل لبریشن فرنٹ جوعلاقے میں مسلم آزادی کی قوت تسلیم کیا جاتا تھا چار گروہوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ علیحدگی پسند ہے۔اس کا لیڈر نور منصوری ہے۔دوسرا گروہ اسلامی موقف کا حامی ہے اس کی قیادت سلامت ہاشم کے پاس ہے۔تیسرا گروہ بانگ مورولبریشن آرگنائزیشن کا ہے جوعلاقائی خودمختاری کا علمبردار ہے۔اس کے رہنما لقمان اور عباس ہیں۔چوتھا گروہ جس کا قائد عبدالخیر ہے۔ملک کے صدر مارگوس کی پالیسی کا حامی رہا ہے۔ان چاروں گروہوں کومختلف عرب ملکوں کی حمایت حاصل ہے۔اس گروہ بندی نے فلپینی مسلمانوں کی آزادی کے مسئلے کونقصان پہنچایا۔اسلامی سیکرٹریٹ اور بعض مسلمان ممالک کی کوششوں کے باوجودان گروہوں میں افہام وتفہیم کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

انتشار کا ایک بڑا سبب نور منصوری گروہ کا رویہ تھا۔جس نے مورونیشنل لبریشن فرنٹ سے کسی بھی قسم کی صلح صفائی کے لیے رضا مندی کا اظہار نہیں کیا۔علاوہ ازیں اس جماعت نے خودمختاری کی بجائے علیحدگی کا موقف اختیار کر کے اسلام اور فلپینی مسلمانوں کے موقف اور مقصد سے انحراف کیا۔

سلامت ہاشم گروہ کا دعوی ہے کہ مسلم مجاہدین میں سے کسی کی بھی حمایت نور منصور کو حاصل نہیں کیونکہ اس کی جماعت اسلامی موقف سے ہٹ کر کمیونسٹ نظریہ کی حامی بن گئی ہے اس لیے ان کا مطالبہ تھا کہ تمام مسلم حکومتوں اقلیتی حکومت کا معاشی بائیکاٹ کر کے معاہدہ طرابلس کوروح وجوہر میں نافذ کرنا چاہیے۔

مسلم نیشنل لبریشن فرنٹ میں باہمی اختلافات کی وجہ سے مارشل لاءحکومت کو خاصی مہلت میسر ہوئی۔صدر مارکوس کا یہ کہنا تھا کہ وہ بامقصد بات چیت کے لیے کس سے رجوع کریں نتیجہ یہ کہ فلپینی حکومت نے اعتدال پسند مسلم ممالک کو اس بات پر رضا مند کرلیا کہ وہ اسلامی کانفرنس پر دباؤ ڈال کر مثبت اقدام کرے۔ اس ضمن میں انڈونیشیا۔ملائیشیا کے نام لیے جاسکتے ہیں۔اس نے رفتہ رفتہ دیگر مسلم ممالک سے بھی رابطہ قائم کیا اور عراق میں اپنا سفارت خانہ کھولا۔اس قسم کے نتائج کی مسلط اور اردن کی حکومتوں سے بھی حاصل ہونے کی توقع ہے۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔